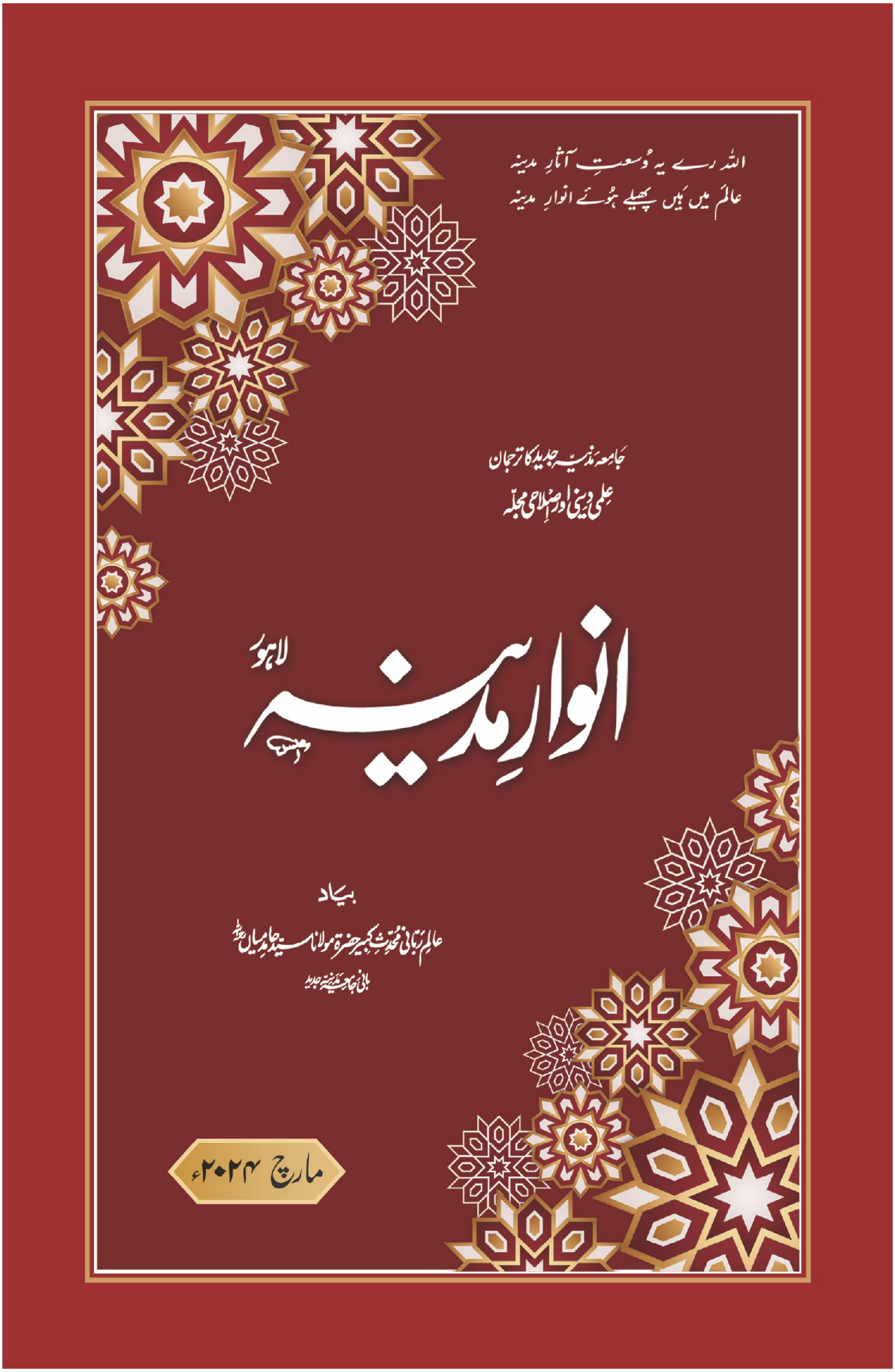

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربّانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید
مارچ ۲۰۲۴ء

ماہنامہ
انوار مدینہ

شمارہ : ۳	رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ / مارچ ۲۰۲۴ء	جلد : ۳۲

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 50 روپے......سالانہ 600 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 90 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 25 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 20 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 30 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

jmj786_56@hotmail.com

Whatsapp: +92 333 4249302

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

رابطہ نمبر : 0333 - 4249302

موبائل : 0333 - 4249301

موبائل : 0335 - 4249302

موبائل : 0323 - 4250027

جازکیش نمبر : 0304 - 4587751

دارُالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر

darulifta@jamiamadniajadeed.org

Whatsapp : +92 321 4790560

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
نئے میدانِ عمل میں پہلے کام	حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ	۱۰
روزہ .... تزکیۂ نفس	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۲۷
میرے حضرت مدنیؒ قسط : ۸	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ	۳۲
تربیتِ اولاد قسط : ۱۲	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	۳۶
چہل حدیث متعلقہ رمضان وصیام	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۴۱
حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالویؒ	مولانا محمد معاذ صاحب	۵۰
امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کی جماعتی مصروفیات	مولانا عکاشہ میاں صاحب	۶۱
وفیات		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

عالمی اضطراب اور اس پر بہت سے لوگوں بلکہ ملکوں کی بے فکری اور اس کے ساتھ مستی وہ بھی اس انداز کی کہ جیسے لیلۃُ البدر میں سمندر کنارے لہروں کے مدوجزر کا نظارہ ہو ! !

اہلِ فلسطین کے ساتھ عالمی سطح پر بپا کی جانے والی خون کی ہولی، کفار اور مسلم حکمرانوں کا اس پر بے حسی اختیار کرتے ہوئے اپنے ملکوں میں قومی سطح پر کھیلوں اور ناچ گانوں کا انعقاد کرنا اس عالمی درندگی پر لطف اندوز ہونے کے مترادف ہے ! ! ؟

اس پر مزید یہ کہ چرچ کی سرپرستی اور امریکہ و برطانیہ کی قیادت میں عالمی سطح پر ہم جنس پرستی کا پرچار بلکہ اس کو قانونی تحفظات فراہم کرنا بہت بڑے خدائی عذاب کے قریب تر آنے کی خبر دے رہا ہے ! ! اجتماعی سطح کا یہ غیر فطری عالمی غدر تمام آسمانی دینوں سے کھلی بغاوت ہے اس سے صرفِ نظر کرنا گناہِ کبیرہ ہے جبکہ اس کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنا عالمِ اسلام پر فرض ہو چکا ہے ! !

علماءِ حق اپنے تئیں ہر کسی کو آگاہ و خبردار کرنے کا فریضہ ادا کر رہے ہیں ان کی آواز پر لبیک کہنا ہر مسلمان پر فرض ہے ! اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

شبِ قدر کی دُعا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شبِ قدر کون سی ہے تو (اُس رات) میں کیا دُعا کروں ؟

آپ نے فرمایا (دُعا میں) یوں کہنا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ ! تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند فرماتا ہے لٰہذا مجھے معاف فرما دے

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

قطب عالم حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کا مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے،آمین !

(درسِ حدیث نمبر۶۳/۱۶۴ ۲۶رشعبان المعظم ۱۴۰۵ھ/۱۷رمئی ۱۹۸۵ء)

آخرت کے معاملہ میں کسی کے لیے دعویٰ نہیں کیا جاسکتا !
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری ہے !

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں ! یہ اللہ کی طرف سے ایک وعدہ ہوگیا کہ جب وہ مجھ سے استغفار کرے گا تو میں اسے بخش دُوں گا ! حدیث میں وہ کلمات آتے ہیں کہ مثلاً ایک بندہ نے گناہ کیا تو وہ کہتا ہے رَبِّ اَذْنَبْتُ خداوندِ کریم میرے سے گناہ ہوگیا میں نے گناہ کیا تو معاف فرما ! تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ بِہٖ کیا میرا بندہ یہ بات جان گیا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو اس کا گناہ پر مواخذہ فرماتا ہے اور معاف بھی فرمادیتا ہے، دونوں کام کرتا ہے چاہے تو مواخذہ فرمائے اور چاہے تو معاف فرمادے ! غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ملائکہ کے سامنے کہ میں نے اپنے اس بندہ کو معاف فرمادیا ! ثُمَّ مَکَثَ مَاشَآءَ اللّٰہُ اس کے بعد جب تک اللہ چاہیں وہ ٹھہرا رہتا ہے (گناہ سے رُکا رہتا ہے) ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا پھر گناہ ہو جاتا ہے ! اور گناہ ہوتے رہتے ہیں

انسان توبہ کرلیتا ہے عہد کرلیتا ہے پھر غلطی ہو جاتی ہے پھر وہ کہتا ہے رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْباً فَاغْفِرْہُ اے میرے پروردگار میں نے گناہ کا کام کیا ہے تو معاف فرمادے ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَہٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَأْخُذُ بِہٖ یہ بندہ اتنی بات پہچانتا ہے کہ اس کا پروردگار ہے جو مواخذہ فرماسکتا ہے ! اور معاف فرماسکتا ہے ! دونوں کام کرسکتا ہے، اسی لیے یہ میری طرف رجوع کررہا ہے توبہ کررہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کردیا !

گویا استغفار کی فضیلت یہ ہے کہ جب وہ زبان سے کلمات کہتا ہے اور دل میں اعتراف کرتا ہے گناہ کا اور معافی کی درخواست کرتا ہے کہ میرے سے غلطی ہوئی، معاف فرما ! تو اللہ پاک معاف فرمادیتے ہیں ! اسی طرح ہوتا رہتا ہے حتی کہ تیسری دفعہ مثلاً یا اس سے بھی زیادہ دفعہ جیسے بھی اللہ کی مرضی ہو، یہاں تیسری دفعہ ارشاد ہورہا ہے، پھر وہ ٹھہرا رہتا ہے پھر گناہ کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسی طرح فرماتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَاشَآءَ[1] میں نے اس کو بخش دیا ہے مکمل طرح اب وہ جو چاہے کرے !

کیا مطلب ؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس پر ایسی رحمت کی نظر فرمادی ہے کہ اب اس کی گناہ کی طاقت کمزور ہوجائے گی اور نیکی کی طاقت بڑھ جائے گی ! جب خدا کی رحمت کی نظر ہوتو پھر یہی ہوتا ہے کہ گناہ کی قوت کم ہوجاتی ہے وہ کمزور پڑجاتی ہے اور خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت کی قوت اس میں بڑھ جاتی ہے ! تو اب جو چاہے کرے یعنی آزاد ہے جہاں چاہے پھرے، وہ پھرے گا بھی تو بھی کچھ نہیں ہوگا ! گناہ کے کاموں کی قوت ہی اس کی کمزور پڑگئی ہوگی !

اہلِ بدر :

اسی طرح کے کلمات آئے ہیں اہلِ بدر کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو چاہیں کریں اور میں نے ان کو بخش دیا ! تو یہ مطلب تھوڑا ہی تھا کہ سچ مچ وہ گناہ کرتے پھریں بلکہ ان سے تو گناہ

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۳۳

نہیں ہوئے وہ تو گناہ سے بچتے رہے، یہی مطلب ہے کہ ان سے اب گناہ نہیں ہوں گے اور یہ گناہ سے بچے رہیں گے !

کسی کے بارے میں دعویٰ نہیں کیا جا سکتا :

حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک آدمی نے قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ وَاللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلَانٍ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو نہیں بخشیں گے ! یہ جملہ اُس نے کہہ دیا، یہ جملہ کہنا ایسا ہے جیسے اپنے بارے میں پتا چل گیا اسے کہ میں بخشا گیا ہوں ! یا وہ (خود) خدا سے بڑی کوئی چیز ہے کہ خدا کی مرضی میں دخل دے رہا ہے، متکبرانہ جملہ ہے بڑائی کا جملہ ہے ! بڑائی اللہ کو پسند نہیں اَلْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک متکبر ہے ! آپ کسی انسان کو کہیں ''بڑا متکبر ہے'' تو وہ خفا بھی ہو جائے گا ! اور اللہ تعالیٰ نے اپنا نام رکھا ہے ''مُتَکَبِّر'' بڑائیوں والا سب سے بڑی عظمتوں والا ! ایک ہی ذات ہے بس جہاں سب ختم ہو جاتے ہیں وہی رہتا ہے ! ! تو ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَأَلّٰی عَلَیَّ یہ کون ہے جو میرے بارے میں قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں یہ نہیں کروں گا، یہ جرأت کیسے ہوئی اس کو ! ؟ ناپسند ہے اللہ کو یہ بات ! آدمی دوسرے کو نصیحت تو کر سکتا ہے، گناہ سے روک سکتا ہے اور روکنا فرض ہے نصیحت فرض ہے !

''حقیر'' و ''غیر حقیر'' کا پتہ مرنے کے بعد چلے گا :

مگر اسے یہ سمجھ لینا کہ وہ حقیر ہے یہ جائز نہیں ! کیونکہ حقیر اور غیر حقیر کا پتا تو مرنے کے بعد چلتا ہے وہ تو پتا ابھی ہے ہی نہیں ! کون کدھر جائے گا کدھر نہیں، کچھ پتا نہیں آخری وقت تک ؟ انسان کو یہی بتایا گیا ہے کہ اپنے ایمان کی سلامتی خدا سے چاہو تو مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَأَلّٰی عَلَیَّ اَنِّیْ لَا اَغْفِرُ لِفُلَانٍ یہ کون ہے جو قسم کھا رہا ہے میرے بارے میں کہ میں فلاں آدمی کو نہیں بخشوں گا ! !

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاَحْبَطْتُّ عَمَلَکَ[1] اس بندہ سے اللہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں کی بخشش کر دی جس کے بارے میں تو نے قسم کھائی تھی اور تیرا عمل میں نے ساقط کر دیا ! !

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۳۴

اللہ تعالیٰ نے استغفار بتائی ، اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف بتایا، نہی عن المنکر بتایا، بری بات سے روکو مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ کسی کو کمتر نہیں سمجھ سکتے ذلیل نہیں سمجھ سکتے ! اگر ذہن میں یہ آئے کہ یہ مجھ سے کمتر ہے تو تم کمتر ہو گئے اس سے ! جب ذہن میں یہ آئے کہ یہ مجھ سے نیچا ہے تو خدا کی نظر میں تم نیچے ہو گئے وہ اُونچا ہو گیا ! تو یہ جائز نہیں ہے ! ! !

کچھ نہ کہنا، یہ بھی جائز نہیں ہے :

اب اگر کوئی کہے کہ میں تو کچھ کہتا ہی نہیں کسی کو بھی ! تو یہ بھی جائز نہیں ہے ! کہنا تو پڑے گا سمجھانا پڑے گا اور طریقہ اختیار کرنا پڑے گا اس کے لیے ﴿ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ﴾[1] حکمت کے ساتھ اچھے وعظ کے ساتھ، تو یہ طریقہ استعمال کرنا پڑے گا ! تو خداوند کریم نے ہمیں بشارت دی ہے کہ جو استغفار کرے گا میں قبول کروں گا اور اس کے طریقے بتلائے اور اس میں جو خطرات ہوتے ہیں وہ بتلائے ! آقائے نامدار ﷺ نے دین کی تبلیغ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، سب کچھ بتلایا ! اللہ تعالیٰ ہم سب کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف فرمائے اور آخرت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین ! اختتامی دُعا......................(مطبوعہ ماہنامہ انوارِ مدینہ اگست ۲۰۰۵ء)

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے جاسکتے ہیں
https://www.jamiamadniajadeed.org/maqalat/maqalat1.php

[1] سُورۃ النحل : ۱۲۵

سیرتِ مبارکہ

نئے میدانِ عمل میں پہلے کام

مؤرخِ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفِ لطیف

سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اَوراق

✿ ✿ ✿

(۱) تعمیرِ مساجد و اقامتِ صلوۃ :

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ﴾ (سُورۃ التوبۃ : ۱۰۸)

''البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اوّل دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے [۱] اس کی پوری پوری حقدار ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو (اور بندگانِ الٰہی تمہارے پیچھے نماز پڑھیں) اس میں ایسے لوگ (آتے) ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ پاک صاف رہیں اوراللہ تعالیٰ (بھی) پاک صاف رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے''

﴿ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّکٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴾ (سُورۃ التوبۃ : ۱۸)

---

[۱] ﴿ اَوَّلِ یَوْمٍ ﴾ کے معنی یہی کیے گئے ہیں کہ اَوَّلُ یَوْمِ وُجُوْدِهٖ یا اَوَّلُ یَوْمِ بِنَاءِهٖ یعنی وجود میں آنے کے پہلے دن سے یا تعمیر کے پہلے دن سے ! لیکن یہاں یہ نکتہ بھی نظرانداز نہ ہونا چاہیے کہ یوم کے معنی دور کے بھی آتے ہیں کما فی قولہ تعالیٰ ﴿ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ ﴾ (المفردات فی غریب القرآن) یعنی ہجرت کے بعد جو دور شروع ہوا اُس کے آغاز میں ! ! اور یہی سبب ہے کہ اس اوّل یوم کو تاریخ یعنی سن ہجری کا پہلا دن مانا گیا ! !

وَاَفَادَ السهیلی اَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَخَذُوا التَّارِیْخَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی

﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ ﴾ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۷۷)

یعنی صحابہ کرامؓ نے مذکورہ بالا آیت سے ہی استدلال کرتے ہوئے سن ہجری کا آغاز اس دن سے کیا ہے

''فی الحقیقت مسجدوں کو آباد کرنے والا تو صرف وہ ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ، نماز قائم کرے ، زکوة ادا کرے اور اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہ مانے ، جو لوگ ایسے ہیں ان ہی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ہدایت یاب (سعادت اور کامیابی کی راہ پانے والے) ہوں گے''

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴾ [1]

''نماز قائم کرو، زکوة ادا کرو اور سرِ نیاز خم کرو اُن کے ساتھ جو اللہ کی بارگاہ میں سر جھکا رہے ہیں''

مسجدِ قباء :

قباء کا قیام عارضی تھا مگر یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی لمحہ اس فرض کی انجام دہی میں صرف نہ ہوتا جس کے لیے وہ خدا کے رسول اور پیامبر بنائے گئے تھے !

اِقامة دین [2] جو اَنبیاء علیہم السلام کا نصب العین ہوتا ہے اس کا پہلا کام ہے اقامة الصلٰوة یعنی ایسا ماحول بنانا اور ایسی جماعت تیار کرنا جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور جس کے دل کا چین ذکر اللہ ہو ! قباء پہنچ کر سب سے پہلے آپ نے اس فرض کو انجام دیا اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے جو نمبر اوّل میں تحریر کی گئی ہے !

جماعت :

خدا پرستی یعنی خداءِ واحد کی عبادت آپ کی فطرت تھی۔ شبِ معراج میں خاص نوعیت کی تعلیم دی گئی اور اگلے روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہو کر پانچوں وقت کی نمازوں کی عملی تعلیم بھی دے دی ! دو روز تک پانچوں وقت کی نمازیں پڑھا کر جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ارکان اور اوقاتِ نماز کی تعلیم دی (اسی طرح) جماعت اور نماز باجماعت کا طریقہ بھی بتا دیا لیکن جب تک

---

[1] سُورة البقرة : ۴۳ [2] یعنی دین کے منشاء اور مقصد کو صحیح طور سے سمجھنا، اس کے تمام پہلوؤں کا خیال رکھنا اور پوری مستعدی سے اس کو جامۂ عمل پہنانا۔

آنحضرت ﷺ مکہ معظّمہ میں رہے تسلسل کے ساتھ نماز باجماعت کا موقع نہیں مل سکا، جہاں اسلام کا نام لینا ہی مشکل تھا وہاں جماعت کا سلسلہ کس طرح قائم ہو سکتا تھا ؟ ؟

مدینہ کے حضرات اسلام سے مشرف ہوئے ان کی تعلیم کے لیے خاص خاص حضرات کو بھیجا گیا، وہاں کچھ حلقے مسلمانوں کے قائم ہوئے تو نمازوں کی جماعتوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ! !

اقامت جمعة :

پھر ان حضرات نے اپنے ہی اجتہاد سے ہفتہ میں ایک روز عمومی جماعت کے لیے بھی مقرر کر لیا اور سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ ابھی مکہ معظّمہ میں تھے کہ نمازِ جمعہ کی فرضیت بھی نازل ہوگئی جس نے حضراتِ صحابہؓ کے اجتہاد کی تصدیق کردی، صحابہ کرام کا یہ اجتہاد وہ تھا جس پر آنحضرت ﷺ فخر کیا کرتے تھے کہ یہود اور نصاریٰ نے ہفتہ میں ایک دن عمومی اجتماع کے لیے مقرر کیا مگر وہ منشاءِ خداوندی کے مطابق نہیں تھا ، یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس نے ہمیں اس دن کی توفیق بخشی جو منشاءِ خداوندی کے عین مطابق تھا [۱]

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود کوئی مسجد تعمیر نہیں ہوئی تھی اور تاریخِ اسلام اب تک بجز ایک مسجد کے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مکہ معظّمہ میں اپنے مکان کے سامنے میدان میں بنالی تھی [۲] کسی اور مسجد کی تعمیر سے ناآشنا تھی، کوئی مکان، کوئی میدان یا کسی میدان کا کوئی حصہ نماز کے لیے مقرر کر لیا جاتا تھا وہاں لوگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے عموماً بکریوں کے باڑے میں کسی حصہ کو نماز کے لیے مخصوص کر لیا کرتے تھے ورنہ جہاں وقت آتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے [۳]

---

[۱] هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِىْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ. (صحيح البخارى باب فرض الجمعة ص ۱۲۰) (هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِىْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ) يَعْنِى الْفَرْدَ الْمُنْتَشِرُ الصَّادِقُ بِالْجُمُعَةِ فِىْ حَقِّنَا وَ بِالسَّبْتِ وَالْاَحَدِ فِىْ حَقِّهِمْ (فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ) اَىْ لِهٰذَا الْيَوْمِ كَمَا هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ . (حجة الله البالغة ج۲ ص ۲۸)

[۲] صحيح البخارى ص ۵۵۳

[۳] یہ باڑے رہائشی مکانوں کے قریب ہوتے تھے اور عام لوگ ان ہی باڑوں میں رہا بھی کرتے تھے۔

قباء کا قیام عارضی تھا اس میں اختلاف ہے کہ کتنے روز قیام رہا ! ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف تین روز قیام رہا مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس عارضی قیام میں آنحضرت ﷺ نے مسجد کی بنیاد ڈال دی !۱ کلثوم بن ھدم جو آنحضرت ﷺ کے میزبان تھے ان ہی کا ایک میدان تھا جس میں کھجور سکھائے جاتے تھے اسی میدان میں یہ مسجد تعمیر کی گئی !

سب سے پہلے آپ نے پتھر رکھا، دوسرا پتھر حضرت صدیق اکبر اور تیسرا فاروقِ اعظم سے رکھوایا (رضی اللہ عنہم) پھر جملہ صحابہ نے حصہ لیا ! خود ہی مزدور تھے اور خود ہی معمار، مزدوروں میں خود آقاءِ دوجہان بھی شامل رہے بھاری بھاری پتھر اُٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا، مٹی بدنِ اطہر پر پڑتی کوئی صحابی آگے بڑھ کر پتھر لے لیتا تو آپ دوسرا اُٹھا لیتے تھے !۲

مسجد کی تعمیر کے ساتھ آدابِ معاشرت اور اخلاق کی تعمیر بھی ہوئی حتی کہ کلام اللہ شریف میں جب مسجد کا تذکرہ فرمایا تو ساتھ ساتھ اہلِ مسجد کی بھی تحسین فرمائی﴿ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ﴾

''اس میں وہ لوگ ہیں جو محبت کرتے ہیں اس بات سے کہ پاک صاف رہیں''

پھر ان کو شرفِ لازوال اور فخرِ دائم یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کا پروانہ بھی عطا ہو گیا

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے''

مسجد مدینة (مسجد النبی) :

قباء سے مدینہ تشریف آوری ہوئی تو جس جگہ ناقہ بیٹھا تھا وہی جگہ مسجد کے لیے منتخب کی گئی !

یہ جگہ ایک میدان کے کنارہ پر تھی، قبیلہ بنی نجار کے حضرات یہاں نماز پڑھا کرتے تھے ۳ زمین کے

---

۱ اُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِىْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى (صحیح البخاری ص ۵۵۵) وفاء الوفاء کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل بعد میں ہوئی، مدینہ میں قیام فرمانے کے بعد آپ صحابہ کرامؓ کے ساتھ قباء تشریف لائے اور مسجد کی تعمیر کرائی (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۷۹) ۲ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۸۰

۳ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے یہاں ایک دیوار بیت المقدس کے رُخ پر بنا دی تھی، یہیں جمعہ کی نماز بھی پڑھایا کرتے تھے، سایہ کی کوئی چیز دیوار پر نہیں تھی (ابن سعد ج ۲ ص ۲) ہماری اصطلاح میں ایسی مسجد کو ''قناتی مسجد'' کہتے ہیں عیدگاہیں عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں !

مالک یہاں کھجوریں بھی سُکھا لیا کرتے تھے ! میدان کے باقی حصہ میں کھجور کے درخت کھڑے تھے کچھ پرانی قبریں اور کچھ مکانوں کے کھنڈر تھے ، ایک طرف کچھ نشیب تھا وہاں پانی بھر جاتا تھا اس خرابہ کی قسمت جاگی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو مسجد کے لیے منتخب فرمایا، یہ طول و عرض میں سو سو گز سے کچھ زائد تھا ! ! ۱

سہل اور سُہیل کے والد رافع بن ابی عمرو کا انتقال ہو چکا تھا حضرت اسعد بن زرارہؓ ان کے مربی تھے ! تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ میدان ان ہی یتیموں کا تھا، انہوں نے چاہا کہ بلا کسی معاوضہ کے مسجد کے لیے پیش کر دیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی پیشکش بڑے آدمیوں سے بھی منظور نہیں فرمایا کرتے تھے یتیم بچوں سے کیسے منظور فرمالیتے ۲ آپ کے اصرار کرنے پر یہ مالک ہبہ کرنے کے بجائے فروخت کرنے پر راضی ہوئے، دس دینار قیمت تجویز کی گئی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ قیمت ادا کر کے زمین مسجد کے لیے وقف کر دی ۳

زمین ہموار کی گئی، پانی سینچ دیا گیا، قبروں سے ہڈیاں نکلیں ان کو الگ دبا دیا گیا، درخت کٹوائے گئے، بنیاد کھودی گئی، تعمیر شروع ہوئی، یہاں بھی صحابہ کرامؓ ہی مزدور تھے وہ ہی معمار ! سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی برابر کے شریک تھے ! !

---

۱ ابن سعد ج۲ ص۲

۲ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضرورت ظاہر فرماتے اس پر بطورِ ہدیہ وہ چیز آپ کو پیش کی جاتی تو بطورِ ہدیہ اس کو منظور نہیں فرماتے تھے بلکہ قیمت ادا فرماتے تھے جیسے مکہ معظّمہ سے روانگی کے وقت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ناقہ پیش کیا آپ نے قیمتاً منظور فرمایا ! البتہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب کے کوئی ہدیہ پیش کیا جاتا تو اس کو منظور فرمالیتے تھے !

۳ ابن سعد ج۲ ص۲ ، غزوۂ خیبر کے بعد جب مسجد بڑھائی گئی تو اس کے لیے جو زمین خریدی گئی تھی اُس کی قیمت حضرت عثمانؓ نے ادا فرمائی (ترمذی شریف مناقب عثمانؓ ج۲ ص ۲۰۹) مگر اب زمین کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی اس ٹکڑے کی قیمت حضرت عثمانؓ نے دس ہزار اور ایک روایت ہے کہ پچیس ہزار ادا کی ہے (وفاء الوفاء ج۱ ص ۲۴۱)

عجیب و غریب پُر تقدس جذبہ سے کام ہورہا تھا، پتھر اُٹھائے جاتے تو یہ رجز پڑھا جاتا تھا

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرَ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَر

''خیبر (جو کھجوروں کی منڈی ہے) وہاں سے بھی بوجھ اُٹھایا جاتا ہے اور لادا جاتا ہے

یہ بوجھ اُس جیسا نہیں ہے (بلکہ) اے ہمارے رب تو جانتا ہے یہ اس سے بہت

اچھا نیکی والا اور بہت پاکیزہ ہے''

کبھی یہ رجز پڑھا جاتا اور سیّد الانبیاء ﷺ کی زبان مبارک بھی ساتھ ساتھ ترنم فرما ہوتی تھی

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرَ الْاٰخِرَة فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُهَاجِرَة [1]

کبھی اس میں یہ ترمیم فرمالیتے

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرَ الْاٰخِرَة فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة [2]

یہ مسجد اگرچہ دوسری ہے مگر اس لحاظ سے اوّلیت اس کو ہی حاصل ہے کہ جو آبادی مستقل قیام کے لیے طے فرمائی گئی اس میں پہلی مسجد یہی ہے ! اس بنا پر حسب ارشاد رحمۃ للعالمین ﷺ ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ [3] کا اصل مصداق یہی ہے کیونکہ قبا صرف نزول گاہ تھا اور جو مستقل قیام گاہ اور قُبَّةُ الْاِسْلَامْ تھا وہ یہی مقام ہے جہاں ناقۂ نبی نے گردن پھیلا دی تھی اور جہاں تُبَّعُ یَمَنْ [4] نے

---

[1] اے اللہ صرف آخرت کی بھلائی ہی بھلائی ہے، پس مدد فرما اَنصار کی اور مہاجرین کی (بخاری ص ۵۵۵ و ابن سعد ج۲ ص۲)

[2] اے اللہ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کا اجر ہی اجر ہے جو مقصود و مطلوب ہونا چاہیے، پس رحم فرما اَنصار اور مہاجرین پر

[3] سُورة التوبة : ۱۰۸

[4] تُبَّعُ بنُ الْاَقْرَنْ یمن کا بادشاہ تھا اس کی اولاد میں جو بادشاہ ہوئے ان کو تُبَّعْ ہی کہا گیا ! ان ہی میں سے ایک ''تُبَّعْ''، ایک فوجی مہم کے سلسلہ میں ''یَثْرِبْ'' بھی پہنچا وہ یہاں قتل عام کر کے اس آبادی کو ختم کرنا چاہتا تھا کہ اہلِ علم نے اس کو خبر دی کہ ''نبی آخر الزماں'' کا دَارُالْهِجْرَةْ ہوگا ! وہ متاثر ہوا، برباد کرنے کے ارادہ کو ملتوی کیا اور یہاں ایک مکان تعمیر کرادیا کہ آنحضرت ﷺ جب تشریف لائیں تو یہاں قیام فرمائیں اور ایک تحریر بھی لکھ کر دے دی جو نسلاً بعد نسل محفوظ رہی اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچی ! ! (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سینکڑوں سال پہلے خاتم الانبیاء ﷺ کے لیے نزول گاہ تعمیر کر دیا تھا بس مسجد النبی کی اوّلیت قیام گاہِ مستقل کی اوّلیت ہے [۱] اور مسجد قبا کی اوّلیت عارضی قیام گاہ کی اوّلیت ہے ، عارضی اور مستقل میں جو فرق ہونا چاہیے وہ یہاں بھی کار فرما ہے۔

تعمیر :

اُس وقت بیت المقدس کی جانب نماز پڑھی جاتی تھی لہٰذا قبلہ اسی طرف یعنی شمال کی جانب رکھا گیا اس طرف کی دیوار ستر ہاتھ لمبی بنائی گئی دوسری جانب ساٹھ ہاتھ بنیادیں پتھروں سے بھری گئیں [۲]

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵)

ایک روایت یہ ہے کہ اس تُبَّعْ کا نام اَسعد تھا، کنیت ابو کرب، اس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں دو شعر بھی کہے تھے

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِى النَّسَم

فَلَوْ مَدَّ عُمْرِىْ اِلٰى عُمْرِهٖ لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَهٗ وَ ابْنَ عَمْ

''میں شہادت دیتا ہوں کہ احمد اس خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہوں گے جو جانوں کا پیدا کرنے والا ہے !
اگر میری عمران کے زمانہ تک دراز ہوگئی تو میں ان کا وزیر بھی ہوں گا (سلسلہ نسب کے لحاظ سے) ابن عم بھی''

(معارف ابن قتیبة ص ۲۱۱ ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۴)

[۱] ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آغاز کے لحاظ سے اگرچہ مسجد قباء اَولیٰ ہے کہ اس کی تعمیر پہلے شروع ہوئی لیکن تکمیل کے لحاظ سے مسجد مدینہ مقدم ہے ! (ملاحظہ ہو وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۷۹)

[۲] یعنی جنوب اور شمال کی دیواریں ستر ستر ہاتھ اور مشرق و مغرب کی دیواریں ساٹھ ساٹھ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۳۸) ایک ہاتھ دو بالشت (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۴۲) آنحضرت ﷺ نے اپنے دورِ مسعود ہی میں غزوۂ خیبر کے بعد مسجد میں توسیع فرمائی تو طول و عرض تقریباً سو سو ہاتھ ہو گیا اور عمارت مربع ہوگئی (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۴۳ و ج ۱ ص ۲۵۱ و ج ۱ ص ۲۵۳) اور اس توسیع کے لیے زمین کی ضرورت تھی تو آنحضرت ﷺ نے ایک اعلان فرمایا کہ کوئی بندۂ خدا اس زمین کو خریدتا ہے اس معاوضہ پر کہ اُس کو جنت میں اس سے اچھا مکان ملے گا ! یہ سعادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی اور انہوں نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا چنانچہ اس کی قیمت دس ہزار اور ایک روایت کے بموجب پچیس ہزار اپنے پاس سے ادا کی۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۱ ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۴۱)

تین ہاتھ کی اُونچائی تک دیواریں بھی اسی پتھر سے چنی گئیں، ان کے اوپر کچی اینٹوں کی تعمیر کی گئی ۱؎ البتہ دروازوں کے بازو پتھروں کے رہے ۲؎ ساٹھ ہاتھ (تیس گز) چوڑی چھت کے سہارے کے لیے بیچ میں کھمبے (ستون) کھڑے کیے، تین تین کھمبوں کی دو لائنیں ایک طرف (شرقی جانب میں) اور دو لائنیں غربی جانب میں، دونوں لائنوں کے بیچ کا حصہ وسیع رکھا گیا ۳؎ میدان میں سے جو کھجور کاٹے گئے تھے اُن کے کھمبے اگلی لائن میں لگائے گئے جو قبلہ کی جانب تھی ۴؎ چھت میں نیچے بلیاں رکھ کر ان کے اُوپر کھجور کے پٹھے (شاخیں جن پر پتے ہوتے ہیں) پتوں سمیت بچھا دیے گئے ان کے اوپر ہلکی ہلکی مٹی پھیلا دی گئی اور چھپر کی طرح ڈھلواں رکھی گئی مگر پھر بھی بارش ہوتی تو ٹپکتی تھی ۵؎ نیچے پختہ فرش نہیں تھا صرف ہموار زمین تھی، پانی ٹپکتا تو کیچڑ ہو جاتی تھی ۶؎ اسی لیے کچھ دنوں بعد

۱؎ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲ ۲؎ بخاری شریف ص ۶۱ ، وفاء الوفاء ص ۲۳۳

۳؎ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۴۸، ۲۵۲ ۴؎ بخاری شریف ص ۶۱، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۳۳

۵؎ وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۴۲ اس عمارت کے لیے کوئی چندہ نہیں کیا گیا، حضرات ِصحابہؓ نے پیش کرنا چاہا اور درخواست کی کہ باقاعدہ چھت ڈلوادی جائے فرمایا نہیں۔ اِبْنُوْا لِیْ عَرِیْشًا کَعَرِیْشِ مُوْسٰی ثُمَامَاتٌ وَ خُشَیْبَاتٌ وَظُلَّةٌ کَظُلَّةِ مُوْسٰی وَ الْاَمْرُ اَعْجَلُ مِنْ ذٰلِكَ یعنی ''موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح (یہ چھت ہوگی) کہ نیچے لکڑیاں (بلیاں) ان کے اوپر پھونس (پھر فرمایا) ''انسان کا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ عجلت لیے ہوئے (نازک) ہے'' ابن سعد ج ۲ ص ۲ و فاء الوفاء ج ۱ ص ۲۴۲

۶؎ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ کَانَتْ سِوَارِی الْمَسْجِدِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جُزُوْعًا مِنْ جُزُوْعِ النَّخْلِ وَکَانَ سَقْفُهُ جَرِیْدًا وَخوصًا لَیْسَ عَلَی السَّقْفِ کَثِیْرُ طِیْنٍ ، اِذَا کَانَ الْمَطَرُ اِمْتَلَا الْمَسْجِدُ طِیْنًا ، اِنَّمَا هُوَ کَهَیْئَةِ الْعَرِیْشِ (وفاء الوفاء ص ۲۴۲ و ابنِ سعد ج ۲ ص ۲)

آنحضرت ﷺ نے ایک سال شب ِقدر کے متعلق فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں اس وقت بادل کا نام و نشان نہ تھا مگر دفعۃً رات کو بارش ہوئی تو واقعی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرنا پڑا ! آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک پر بھی مٹی لگی ہوئی تھی ! (بخاری شریف ص ۲۷۰ و فاء الوفاء ص ۲۴۲)

چھت پر مٹی زیادہ کردی گئی اور فرش پر بھی کنکریاں بچھادی گئیں ۱ چھت کی اونچائی سات ہاتھ (ساڑھے تین گز یعنی ساڑھے دس فٹ) ۲

تین طرف دروازے رکھے گئے، قبلہ (بیت المقدس) کی طرف کوئی دروازہ نہیں تھا، جنوب اور مشرق و مغرب کی جانب دروازے تھے ۳ کچھ دنوں بعد جب بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا (جو مدینہ سے جنوب کی جانب ہے) تو اس طرف کی دیوار کا دروازہ بند کردیا گیا اور جانبِ شمال کی دیوار جو پہلے دیوارِ قبلہ تھی اس طرف دروازہ کھول دیا گیا ۴ اور اسی دیوار سے متصل وہ سائبان بنادیا گیا جو صفہ کہلاتا تھا ۵ جو ان صحابہ کا مسکن تھا جن کے اہل و عیال نہیں ہوتے تھے اور تعلیم، روحانی تربیت نیز رضا کارانہ خدمات کی غرض سے یہاں رہا کرتے تھے ! معاش کے لیے دن کو لکڑیاں چن لیتے تھے مگر رات کی تاریکی میں تلاوتِ قرآن اور نوافل کے قندیل روشن رکھتے تھے ! ! ۶

---

۱ وفاء الوفاء ج۱ ص۲۷۴ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے دورِ خلافت میں مسجد کی تعمیر کرائی تو فرش باقاعدہ کنکریوں کا کرادیا۔ (وفاء الوفاء ج۱ ص۲۷۳)

۲ وفاء الوفاء ج۱ ص۲۳۹ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اونچائی صرف پانچ ہاتھ تھی یعنی ڈھائی گز ! اس کی تائید حضرت حسن بصری کے قول سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''عریش موسیٰ کی بلندی اتنی تھی کہ اگر کھڑے ہوکر ہاتھ اُونچا کرتے تو چھپر کو لگ جاتا تھا'' (وفاء الوفاء ص۲۴۲)

مگر بظاہر سات ہاتھ والی روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تعلیم کی غرض سے منبر پر کھڑے ہوکر نماز پڑھی تھی (بخاری شریف ص ۵۵ و ۱۲۵) صرف پانچ ہاتھ کی بلندی پر اس طرح نماز پڑھنا مشکل تھا اس کے علاوہ اسی مسجد میں کھجور کے گچھے (خوشے) بھی اصحابِ صفہ کے لیے لٹکا دیے جاتے تھے (بخاری شریف ص۶۰ و فتح الباری و نسائی قولہ عزوجل ﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ ﴾ ص ۳۴۵ مجتبائی) اس سے بھی سات ہاتھ کی بلندی کی تائید ہوتی ہے ! باقی عریشِ موسیٰ کی تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ چھت عام قاعدہ کے مطابق نہیں تھی، بہت نیچی تھی اور حقیقت یہی ہے کہ اتنے طویل و عریض ہال کے لیے سات ہاتھ کی چھت بہت نیچی مانی جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب

۳ وفاء الوفاء ج۱ ص۲۴۰ و ابن سعد ج۲ ص۲ ۴ وفاء الوفاء ج۱ ص۲۴۰

۵ وفاء الوفاء ج۱ ص۲۶۲ ان حضرات کو مسجد ہی میں سونے کی اجازت تھی (ابن سعد ج۲ ص۱۳ و بخاری ص۶۳)

۶ بخاری شریف ص۵۸۶

ابتدا میں منبر نہیں تھا تو ایک ستون کے برابر میں مٹی کی چوکی (چبوتری) بنادی گئی تھی [۱] آقاءِ دو جہاں ﷺ اسی پر رونق افروز ہو کر خطاب فرمایا کرتے تھے اور ستون پر سہارا لگا لیا کرتے تھے [۲]

---

[۱] منبر من طین وفاء الوفاء ص ۲۸۱ آنحضرت ﷺ صحابہ میں بلا امتیاز کے تشریف فرما ہوتے تھے کوئی اجنبی آتا تو اس کو معلوم نہ ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں ؟ تو ہم نے چاہا کہ آپ کے لیے ایک نشست کی جگہ بنادیں کہ کوئی اجنبی بھی آئے تو اُسے معلوم ہو جائے لہٰذا ہم نے ایک دکان (چبوترہ) بنا دیا مٹی کا، آپ اس پر تشریف رکھا کرتے تھے (فتح الباری ص ۹۵ تحت قول بَارِزًا یَوْمًا لِلنَّاسِ حدیث جبرائیل باب سوال جبریل)

[۲] ایک خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا غلام بڑھئی (نجار) ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سے ایسی چیز بنوادوں جس پر آپ آرام سے تشریف رکھیں، پیچھے تکیہ بھی لگا لیں اور خطاب کے وقت زحمت نہ ہو ! ! آنحضرت ﷺ نے اس کی اس عرضداشت پر کوئی التفات نہیں فرمایا لیکن جب مجمع زیادہ ہونے لگا تو حضراتِ صحابہ نے بھی محسوس کیا کہ اس طرح خطاب فرمانے میں زحمت ہوتی ہے تو کوئی ایسی چیز بنادی جائے کہ آپ اس پر تکیہ بھی لگا سکیں آنحضرت ﷺ نے بھی صحابہ کا مشورہ منظور فرمایا۔ (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۷۸) تو اسی خاتون سے فرمائش کی (بخاری ص ۶۴ و ص ۱۲۵) چنانچہ جنگل سے جو غابۃ کے نام سے مشہور تھا جھاؤ کی لکڑی لائی گئی اور یہ چیز بنوئی گئی جس کو منبر کہا گیا جس کے کل تین درجے تھے یعنی دو سیڑھیاں جو ایک ایک بالشت گہری تھیں، تیسرا حصہ جس سے پیٹھ لگائی جا سکتی تھی دو بالشت تھا اس طرح کل طول چار بالشت تھا (دو ہاتھ) اور چوڑائی میں سوا دو بالشت ! (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۸۴) اس منبر کو دیوارِ قبلہ سے کچھ ہٹا کر رکھا گیا دیوار اور منبر کے درمیان سے بکری گزر سکتی تھی ! (بخاری شریف ص ۷۱) یعنی ایک ہاتھ سے کچھ زائد کہ آدمی بھی آڑا ہو کر نکل سکتا تھا (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۹۰) اس طرح منبر کے کنارے سے لے کر دیوار تک تقریبًا سوا تین ہاتھ (ڈیڑھ گز) کا فاصلہ ہوتا تھا۔ یہیں آنحضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے یعنی آپ کے مصلے شریف کا طول تقریباً سوا تین ہاتھ تھا (جب آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے اندر نفلیں پڑھی تھیں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ آپ سامنے کی دیوار سے تقریبًا تین ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے ہوئے تھے (وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۷۱ و بخاری شریف ص ۷۲) چنانچہ علماء نے یہی مستحب قرار دیا ہے کہ سترہ یا دیوار اور نمازی کے قدموں کے درمیان صرف اتنا ہی فاصلہ رہنا چاہیے کہ سجدہ ہو سکے ! (یعنی تقریبًا ڈیڑھ گز) (سُنن ابو داوٗد باب الدنو من السترة)

گریہ حَنَّانَۃ :

وہ کھجور کا تنہ (کھمبا) جس کی برابر مٹی کی چبوتری پر تشریف فرما ہو کر آنحضرت ﷺ خطاب فرمایا کرتے تھے، سیّد الانبیاء محبوب ربُ العالمین نے جب اس سے الگ منبر پر رونق افروز ہو کر خطاب فرمایا اور اس وجہ سے وہ کھمبا آپ کے پُر تقدس قرب اور ذکر اللہ کی رُوح پرور و جاں بخش آواز سے محروم ہو گیا تو قدرت کے ایک عجیب و غریب کرشمہ نے اہلِ ایمان کے ایمان کو تازہ اور عقل پرستوں کے توہمات کو حیرت زدہ کر دیا ! حضراتِ صحابہ نے اسی بے حس و حرکت اور بے جان سوکھے کھمبے سے ایک رِقت انگیز آواز سنی جس سے کلیجہ پھٹا جاتا تھا [1] کچھ ایسی آواز تھی جیسے اُونٹنی اپنے بچہ کی یاد میں بلبلاتی ہے [2] رحمت للعالمین ﷺ نے ستون کا یہ درد انگیز گریہ سنا تو منبر سے اُتر کر کھمبے کے پاس تشریف لائے اس پر دستِ مبارک رکھا تب یہ کھمبا بچوں کی طرح ہچکیاں لیتا ہوا آہستہ آہستہ خاموش ہوا [3] رحمتِ عالم جانِ جہاں نے اس سوختہ دل، فراق زدہ کی مزید دلداری فرماتے ہوئے فرمایا :

کیا چاہتے ہو ؟ اس مسجد میں اسی جگہ تم پھلدار ہو جاؤ یا جنت کا حصہ چاہتے ہو جہاں تمہارا پھل اہلِ جنت تناول کریں ؟ اس نے دارِ بقاء کو دارِ فنا پر ترجیح دی ! ! گویا اس بے زبان نے زبانِ درد سے عرض کیا ﴿ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ چنانچہ اس کھمبے کو مسجد کے فرش خام میں منبر کے قریب اس جگہ دبا دیا گیا جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :

مَا بَيْنَ بَيْتِىْ وَ مِنْبَرِىْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ [4]

حجرات اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن :

مسجد کی تعمیر سے فراغت ہوئی تو مسجد سے متصل ہی ازواجِ مطہرات کے لیے مکان بنوائے اس وقت تک حضرتِ سودہ اور حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہما نکاح میں آچکی تھیں اس لیے دو ہی حجرے بنوائے جب اور ازواجِ مطہرات آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے ! ! [5]

---

[1] صحیح البخاری ج۱ ص ۲۸۱ [2] صحیح البخاری ص ۵۰۷ [3] صحیح البخاری ص ۱۲۵ ، ۲۸۱
[4] وفاء الوفاء ص ۱۷۶ و خصائص الکبرٰی باب حنین الجذع ۲/ ۷۵ [5] وفاء الوفاء ج۱ ص ۳۲۵

مسجد سے متصل حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی جائیداد تھی ہر ایک مکان کے لیے وہی اپنی جائیداد کا ٹکڑا پیش کرتے رہے یہاں تک کہ تمام جائیداد محبوب ربُّ العالمین ﷺ کے نذر کردی ! ! ١ مسجد کی طرح چار حجرے بھی کچی اینٹوں کے تھے، اُوپر کھجور کے پٹھوں اور پتوں کی چھت چھوٹے سے صحن کے گرد کھجور کی کھپچیوں (پٹھوں) کی دیواریں جن پر مٹی لُھیس دی گئی ٢

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا ایک کواڑ تھا ٣ باقی کے دروازوں پر ٹٹیاں تھیں پانچ حجرے ایسے بنائے گئے کہ ان میں کچی اینٹیں بھی نہیں لگائی گئیں بلکہ ٹٹیاں کھڑی کر کے ان پر مٹی لُھیس دی گئی اور اوپر کھجور کے پٹھوں اور پتوں کی ہلکی سی چھت ڈال دی گئی، ان کے دروازوں پر نہ ٹٹیاں تھیں نہ کواڑ بلکہ ٹاٹ یا کمبل کے پردے پڑے رہتے تھے جو طول میں تین ہاتھ اور عرض میں ایک ہاتھ سے کچھ زائد تھے ٤ چھتیں ایسی نیچی کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا، جب میں ذرا بڑا ہو گیا تھا میں ان حجروں میں جاتا تو کھڑے ہو کر اُن حجروں کی چھتوں کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا ٥ رات کو گھروں میں چراغ جلانے کا رواج نہیں تھا ٦ لہٰذا ان حجروں میں رات کو صرف نورِ حق کی روشنی رہتی تھی ! !

---

١ وفاء الوفاء ج١ ص ٣٢٧ روایت میں منزل کا لفظ ہے كَانَتْ لِحَارِثَةَ بْنِ نُعْمَانَ مَنَازِلُ قُرْبَ الْمَسْجِدِ (کہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکانات مسجد کے قریب تھے اور جب ضرورت پیش آتی تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ایک مکان نذر کر دیا کرتے تھے) مگر چونکہ یہ بھی ثابت ہے کہ ہر ایک زوجہ کے لیے حجرہ آنحضرت ﷺ نے بنوایا تو منزل سے مراد منزل کی جگہ ہو گی بنا بنایا مکان مراد نہیں واللہ اعلم بالصواب

٢ كَانَتْ بُيُوتًا مِنْ لَبِنٍ وَلَهَا حَجَرٌ مِنْ جَرِيْدٍ مَطْرُوْرَةٍ بِالطِّيْنِ (ابنِ سعد ص ١٨١ الجزء الاوّل من القسم الثانی طبقات ابن سعد ص ٤٣٨

٣ عرعر یا ساج کی لکڑی کا (وفاء الوفاء ج١ ص ٣٢٥)

٤ طبقات الجزء ا الاوّل من القسم الثانی ص ١٨١

٥ طبقات ج ا ص ١٨٤ ٦ صحیح البخاری ج ا ص ٥٦

۸۷ھ میں اُموی خلیفہ ولید بن عبدالملک [1] نے مسجد نبوی (عَلٰی صَاحِبِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کی توسیع کی تو ان مبارک حجروں کو مسجد میں شامل کرلیا !

ابو اُمامۃ حضرت سھیل بن حنیفؓ فرمایا کرتے تھے کاش ان حجروں کو اسی طرح چھوڑ دیا جاتا کہ لوگ دیکھتے کہ جس نبی کے دستِ مبارک پر تمام خزانوں کی کنجیاں رکھ دی گئی تھیں اُس نے خود اپنے لیے کیا پسند کیا تھا [2]

صُفّۃ و اصحابِ صُفّۃ :

پہلے گزر چکا ہے کہ تبدیلیٔ قبلہ کے بعد جب نماز جنوب کی جانب رُخ کر کے پڑھی جانے لگی تو اس طرف کی دیوار میں جو دروازہ تھا وہ بند کر دیا گیا اور پہلی دیوار قبلہ (شمالی دیوار) میں دروازہ

---

[1] متوفی ۹۶ھ ظالم خلیفہ مانا گیا ہے مگر ابنِ اَبِی عیلۃ کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ولید پر رحم فرمائے اس کے کچھ کارنامے بہت شاندار ہیں مثلاً مسجدِ نبوی کی توسیع نیز جامع دمشق کی تعمیر ! اسی کے زمانہ میں اُندلس (اسپین) فتح ہوا ! نیز ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا ! چنانچہ دِیبَل (موجودہ کراچی) اسی کے زمانہ میں فتح ہوا ! مجھے وہ چاندی کے بادیے (پیالے) دیا کرتا تھا کہ میں بیت المقدس کے فقیروں میں جاکر تقسیم کردوں (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۶) دیبل سندھ، جنوبی پاکستان کا ایک قدیم شہر ہے وہاں سے اسلام جنوبی ایشیا میں داخل ہوا اور اب یہ شہر کراچی کے نام سے جانا جاتا ہے ! اَلاِدْرِیْسِی نُزْھَتُ الْمُشْتَاقِ فِیْ اُفُقٍ میں داخل ہونے کے بارے میں کہتے ہیں وہ مدینہ کے مقام کے بارے میں کہتے ہیں کہ الدِیبَلُ اور مَھْرَانُ الاَعْظَمْ کے درمیان اس کے مغرب کی طرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔

[2] ان جھونپڑیوں اور چھپروں کے تنکوں کو اہلِ مدینہ رگِ جان سمجھتے تھے جب ولید کا حکم پہنچا کہ ان کو مسجد میں شامل کیا جائے تو اہلِ مدینہ بیتاب ہوگئے اور کچھ اس طرح تڑپ کر روئے کہ کبھی کسی کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا، نہ کبھی اتنے زیادہ لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا تھا ! حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر تابعین نے بھی اسی جذبہ کا اظہار فرمایا ! (ابن سعد ج ۲ ص ۱۸۱، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۳۲۷)

کھول دیا گیا اس سے متصل چبوترہ بنادیا گیا اوراس پر سائبان ڈال دیا گیا اسی کو'' صُفَّة '' کہا جاتا تھا[۱] نادار مسلمان جن کے اہل و عیال نہیں ہوتے تھے ان کا مسکن یہی ہوتا تھا، توکل ان کا سرمایہ ہوتا تھا، سوال کرنا ممنوع[۲] ، تعلیم ، روحانی تربیت اور رضا کارانہ خدمات ان کے فرائض اور مشاغل ہوتے تھے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ کو دیکھا کہ ان کے پاس چادر تک نہ تھی

---

[۱] قال عیاض : الصُّفّة بِضَمِّ الصَّادِ وَ تَشْدِیْدِ الْفَاءِ ظُلَّةٌ فِیْ مُؤَخَّرِ مَسْجِدِ النَّبِیِّ یَا وِیْ اِلَیْھَا الْمَسَاکِیْنُ وفاء الوفاء ج۱ ص ۳۲۱

[۲] اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دلچسپ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے، آپ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو زمین پر ٹیک دیا کرتا تھا (پیٹ کو زمین سے چمٹا دیا کرتا تھا) اور میں بھوک کی وجہ سے پتھر پیٹ پر باندھ لیا کرتا تھا ! !

ایک روز سرِ راہ جا کر بیٹھ گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے (سوال کرنا ممنوع تھا) تو میں نے (ایک لطیف طریقہ اختیار کیا کہ) ایک آیت دریافت کرلی ! (کہ جب میری طرف متوجہ ہوں تو شاید میرے فاقہ کا بھی ان کو اندازہ ہوجائے اور مجھے لے جا کر کھانا کھلادیں) مگر حضرت ابوبکرؓ نے وہ آیت بتادی اور تشریف لے گئے ! پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے میں نے ان سے بھی آیت دریافت کی ! حضرت عمرؓ نے بھی آیت بتادی اور روانہ ہوگئے ! اس کے بعد وہ آئے جن کی کنیت ابوالقاسم تھی (جن کی شان ہی یہ تھی کہ وہ خیر و برکت کے قاسم (تقسیم کرنے والے، فطرتِ انسان کے نبض شناس تھے) آپ نے جیسے ہی نظر ڈالی آپ پہچان گئے ! مجھ سے فرمایا ساتھ آؤ، میں ساتھ ہولیا، آپ مکان پر تشریف لے گئے وہاں ایک قَدَحْ (بادیہ) میں دودھ رکھا ہوا تھا جو کسی نے ہدیہ میں بھیجا تھا، آپ نے فرمایا ابو ہریرہ اصحابِ صفہ کو بلاؤ ! آپ کا یہ حکم میرے نفس پر شاق گزرا کہ تھوڑا سا دودھ جس کو میں تنہا پی سکتا ہوں اس کے لیے اصحابِ صفہ کو بلایا جارہا ہے ! پھر مجھ سے ہی کہا جائے گا کہ پلاؤ ! یہ وسوسہ ذہن میں آرہا تھا ! مگر مجبور تھا تعمیل حکم کرنی تھی ! چنانچہ اصحابِ صفہ آئے، مجھے حکم ہوا، میں نے یکے بعد دیگرے ہر ایک کو دودھ پلایا، جب سب کو پلاچکا تو مجھے حکم ہوا کہ تم پیو، میں نے پیا، فرمایا اور پیو ! پھر پیا فرمایا اور پیو ! میں نے عرض کیا یارسول اللہ اب بالکل گنجائش نہیں رہی ! تب آپ نے یہ بادیہ خود لیا اور بسم اللہ پڑھ کر باقی کو نوش فرمایا (بخاری ۲/۹۵۵)

فقط تہبند تھا یا صرف کمبل جس کو اپنی گردنوں میں باندھ لیتے تھے، کمبل بھی اس قدر چھوٹا کہ کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا، کسی کے ٹخنوں تک ! نماز میں ستر کھلنے کا خطرہ رہتا تو ہاتھ سے تھامے رکھتے تھے !۱
آنحضرت ﷺ کے پاس کھانے کی چیز صدقہ میں آتی تو ان کو دے دیتے، خود تناول نہیں فرماتے تھے
آنحضرت ﷺ کے پاس کھانے کی چیز صدقہ میں آتی تو ان کو دے دیتے، خود تناول نہیں فرماتے تھے
کیونکہ صدقہ آپ کے لیے حرام تھا ۲ جو چیز بطورِ ہدیہ آتی تو ان کو بلا لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے ۳ یہ حضرات فاقہ سے نہیں گھبراتے تھے ! کیونکہ خود اپنے آقا (ﷺ) کو دیکھتے کہ کئی وقت گزر جاتے اور فاقہ نہیں ٹوٹتا ! بھوک سے کبھی اتنا ضعف ہو جاتا کہ نماز کی حالت میں گر پڑتے ! لوگوں کو خیال ہوتا کہ دورہ پڑ گیا ہے حالانکہ دورہ فاقہ کا ہوتا تھا ! ! ۴
کبھی آنحضرت ﷺ ان کو انصار پر تقسیم فرما دیتے کہ اپنے مقدور کے بموجب ہر شخص ایک ایک دو دو کو لے جائے اور اپنے ساتھ ان کو کھانا کھلائے ! ! ۵

---

۱ صحیح البخاری ج ۱ ص ۶۳ و فتح الباری ج ۱ ص ۴۲۶
۲ یہ مطلب نہیں کہ وہ کوئی گندی یا ناپاک چیز تھی بلکہ قیامت تک کے لیے آپ اور آپ کے اہلِ بیتؓ کے لیے بطورِ امتحان اور آزمائش ایسا کیا گیا ! واللہ اعلم نیز آپ اور آپ کے اہلِ بیتؓ کو اللہ تعالیٰ نے دینے والا بنایا لینے والا نہیں بنایا، زکوۃ دینے والا ہوگا تو لینے والے کی بَرآئے گی ورنہ............مالدار آدمی پر زکوۃ اور خیرات اس لیے حرام ہے کہ وہ کسی اور کا حق ہے اس لیے نہیں کہ وہ ناپاک یا گندی چیز ہے۔ محمود میاں غفرلہٗ
۳ سُنن الترمذی باب فی معیشة اصحابه النبی ﷺ ج ۲ ص ۵۹ ۴ ایضًا
۵ یہ بھی صورت ہوتی کہ آپ فرما یا دیتے کہ جن کے یہاں دو کھانے والے ہوں وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے یہاں کھانے والے چار ہوں وہ دو کو لے جائے اور ساتھ کھانا کھلائے ! ایک روز آپ نے اسی طرح اصحابِ صفہ کو تقسیم فرما دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں چار کھانے والے تھے خود حضرت ابوبکر، ان کے صاحبزادے اور اہلیہ اور ایک خادم مگر آپ اپنے ساتھ تین کو لے گئے ! آنحضرت ﷺ سات اصحاب کو لے گئے ! (بخاری شریف ص ۸۴ و ۵۰۶ وغیرہ)

مسجد مبارک کے دوستونوں میں ایک رسی بندھی رہتی تھی، کھجوروں کے موسم میں حضراتِ انصار کھجورں کے گچھے (خوشے) اپنے باغات سے لاکر لٹکا دیتے تھے جو کھجور پک جاتا اُس کو لکڑی سے جھاڑ کر کھالیا کرتے تھے[۱] ان بہادر وجاں باز فقراء اور درویشانِ باوقار کو آنحضرت ﷺ بشارت دیا کرتے تھے

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَقْرًا وَحَاجَةً[۲]

''اگر تم جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے لیے کیا تیار ہے تو تم آرزو کرو کہ ہمارا یہ فقر وفاقہ اور بڑھ جائے'' ان حضرات کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی[۳]

نمازِ جنازہ کی جگہ :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو جس کسی بیمار کی نزعی کیفیت ہوتی (مرنے کے قریب ہوتا) تو آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی جاتی آپ تشریف لاتے اس کے لیے دعا فرماتے وہ شخص وفات پا جاتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ تجہیز وتکفین آپ کے سامنے ہی ہوتی اور آپ دفن کے وقت وہاں رہتے ! اس میں آپ کو بہت دیر ہوجاتی تھی اس کا ہمیں احساس ہوا ! تو ہم نے یہ کرلیا کہ وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کو اطلاع دیتے آپ تشریف لاتے نمازِ جنازہ پڑھاتے پھر کبھی واپس تشریف لے جاتے اور کبھی دفن ہونے تک وہاں تشریف رکھتے ! !

---

[۱] وفاء الوفاء ج۱ ص ۳۲۴

[۲] وفاء الوفاء ج۱ ص ۳۲۲ و سُنن ترمذی باب فی معیشة اصحاب النبی ﷺ ج۲ ص ۵۹

[۳] عارف سہروردیؒ نے عوارف میں لکھا ہے کہ اصحابِ صفہ کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے ! حافظ ابونُعیمؒ نے حِلْیَةُ الْاَوْلِیَاء میں سب کا تذکرہ کردیا ہے (فتح الباری ج۱۱ ص ۲۱۵)

علامہ شاطبیؒ نے بہت دلچسپ بحث کی ہے کہ ''صُفَّة'' سے ''خانقاہ'' پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان حضرات کا یہ قیام اور یہ قیام گاہ ضرورت کی بنا پر تھا یہ کوئی مستقل ادارہ نہیں تھا (الاعتصام)

پھر ہمیں محسوس ہوا کہ آپ کو اس میں بھی زحمت ہوتی ہے تو یہ طے کر لیا کہ آنحضرت ﷺ کو تکلیف نہ دی جائے گی بلکہ جنازہ لے کر خود آپ کی خدمت میں پہنچ جایا کریں گے ! چنانچہ اس پر عمل ہوا جب جنازہ لے کر کاشانۂ نبوت پر پہنچتے تو قریب ہی ایک جگہ تھی وہاں آپ نماز پڑھاتے ! پھر یہی معمول ہوگیا کہ اسی خاص جگہ پر نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی تھی حتی کہ اس جگہ کا نام ہی مَوْضَعُ الْجَنَائِزْ پڑ گیا [۱]

(ماخوذ از سیرتِ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ ص ۴۲۰ تا ۴۳۶)

(جاری ہے)

شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آڈیو بیانات (درسِ حدیث) جامعہ کی ویب سائٹ پر سُنے اور پڑھے جاسکتے ہیں

https://www.jamiamadniajadeed.org/bayanat/bayan.php?author=1

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۱۴ جلد اوّل قسم ثانی۔ آنحضرت ﷺ کا معمول یہی تھا کہ مَوْضَعُ الْجَنَائِزْ میں نماز پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الصلوٰة علی الجنائز بالمصلی و المسجد میں پیش کی ہیں۔ (ص ۱۷۷) مگر بعض مرتبہ کسی عارض کی وجہ سے مسجد میں بھی نماز پڑھ لی ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۱۵۵ باب مذکور) اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی خاص ضرورت کے بغیر مسجد میں نمازِ جنازہ مکروہ ہے ! ! البتہ امام شافعی رحمہ اللہ جائز قرار دیتے ہیں ! ! واللہ اعلم بالصواب

روزہ .... تزکیۂ نفس

﴿ قطب عالم حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ ﴾

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ . اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ ﴾ [1]

''اے ایمان والو ! حکم ہوا تم پر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تم سے اگلوں پر ! شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ ، کئی دن ہیں گنتی کے''

روزہ کی تعریف :

روزے کے لغوی معنی ''رکنے'' کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں، صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے نیت کے ساتھ رکنے کو روزہ کہتے ہیں !

پچھلی اُمتوں سے مراد یہود و نصاری ہیں چنانچہ روزہ شریعتِ موسوی کا باضابطہ ایک اہم اور مشہور جزو ہے اگر چہ مشرکین بھی کسی نہ کسی صورت میں روزہ رکھتے ہیں لیکن اُن کے روزے ناقص، ادھورے اور برائے نام ہیں اور اب شریعتِ موسویہ کے حاملین کے یہاں بھی روزے کی ادائیگی میں تقصیر ہونے لگی [2] ان کے روزوں کی حقیقت اتنی ہے کہ وہ یا تو کسی بلا کو دفعہ کرنے کے لیے رکھتے ہیں یا کسی فوری اور مخصوص روحانی کیفیت کے حاصل کرنے کے لیے ! ! یہود کی قاموسِ اعظم میں ہے کہ

''قدیم زمانہ میں روزہ یا تو بطورِ علامتِ ماتم رکھا جاتا تھا یا جب کوئی خطرہ درپیش ہوتا تھا اور یا پھر جب سالک اپنے اندر الہامات کی قبولیت کی استعداد پیدا کرنا چاہتا تھا''

روزہ کا مقصد :

لیکن شریعتِ مطہرہ کی نظر میں روزہ تزکیۂ نفس، تربیت جسم اور تعمیل حکمِ خداوندی کا ایک بہترین دستور عمل ہے اس لیے ارشاد ہوا ﴿ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ تاکہ تم تقوی اختیار کرو یعنی اسلامی روزہ کی

---

[1] سُورۃ البقرۃ : ۱۸۳، ۱۸۴ [2] کوتاہی

غرض وغایت تقویٰ ہے روزہ سے تقوے کی عادت پڑتی ہے ! روزہ میں انسان خدا کے حکم کی وجہ سے کھانے پینے سے باز رہتا ہے تو گویا خدا کی یاد بھی دل میں صبح سے شام تک رہتی ہے اور اس سے تقوے کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے !

شریعتِ مطہرہ نے عبادت اور کاروبارِ حیات یکساں طور پر قائم رکھنے کا طریقہ بتلایا ہے ! اس لیے روزہ میں کاروبار کی ممانعت نہیں فرمائی گئی ! نہ ہی روزہ ہمیشہ رکھنے کا حکم دیا گیا ! بلکہ سال میں گنے چنے صرف اُنتیس یا تیس دن روزہ رکھنا بتلایا گیا ہے اس لیے ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ ﴾ ارشاد فرمایا گیا

فرضیت ؟

اس آیت مبارکہ میں روزہ کی فرضیت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ اس امت پر ایسے ہی فرض کیا گیا ہے جیسے پچھلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، آیت کے آخر میں اس کا فائدہ اور اس کی غرض وغایت بھی ذکر فرمائی گئی ہے کہ وہ حصول کیفیتِ تقویٰ ہے !

تقویٰ ؟

تقویٰ دراصل دل کی اُس کیفیت کا نام ہے جو ذکر الٰہی کی کثرت کے باعث حاصل ہوتی ہے کہ جب دل میں ہر وقت خداوندِ قدوس کی یاد رہنے لگتی ہے تو اللہ کی ذاتِ پاک سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور یہ تعلق انسان کی طبیعت کو نیکی کرنے کے لیے اُبھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور چونکہ متقی انسان خدا کی نافرمانی سے ڈرتا ہے اس لیے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرنے کا نام '' تقویٰ '' ہے مگر یہ تشریح یا ترجمہ نا تمام ہے کیونکہ شریعت میں خدا سے محض ڈرنا نہیں بتلایا گیا بلکہ اس سے امید رکھنی اور اُس کی رحمت پر نظر رکھنی اور اس سے دعاء مانگنی بھی سکھائی گئی ہے اور مایوسی کفر قرار دی گئی ہے گویا خدا سے ڈرنا ایسا نہیں ہوتا جیسے کسی ظالم بادشاہ یا شیر سے ہو، کیونکہ اس میں نفع کی امید نہیں ہوتی اور نقصان کا ڈر ہی ڈر ہوتا ہے ! اس کے برخلاف حق تعالیٰ سے ''امید'' و ''خوف'' دونوں ہی قائم رکھنے بتلائے گئے ہیں ! اس لیے تقویٰ میں ڈرنے کے ساتھ اُمید بھی ہوتی ہے ! ! !

جلال و جمال :

قرآنِ پاک میں حق تعالیٰ کی صفات رحمت و رأفت ، مودّت و مغفرت وغیرہ جا بجا اور بار بار ذکر فرمائی گئی ہیں ! اور ساتھ ہی وہ صفات بھی ذکر فرمائی گئیں ہیں جن میں اُس کا غالب وقاہر ہونا ظاہر کیا گیا ہے مثلاً ارشاد ہوا

﴿ حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [1]

اس آیت مبارکہ میں صفاتِ جلالیہ و جمالیہ دونوں ہی جمع فرمادی گئی ہیں ! ایک مومن جب ذکر الٰہی کی کثرت کرتا ہے تو اُس کا دل صفاتِ جلالیہ و جمالیہ کا مَوْرَدْ بن جاتا ہے [2] پھر جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کا نام '' تقویٰ '' ہے ! روزہ میں انسان اللہ تعالیٰ سے صحیح معنی میں ڈرتا ہے اور اس کی تکمیل پر اسے مجبور کرنے والی چیز صرف اس کا ایمان ہوتا ہے ! ورنہ دن میں تنہائی کے ایسے مواقع میسر آتے رہتے ہیں جن میں وہ روزہ توڑ سکتا ہے ! لیکن اس کا ایمان، گرمی اور شدتِ پیاس کے وقت بھی اسے ایسا کرنے سے باز رکھتا ہے ! یہ حالت مسلسل تیس دن رہتی ہے ! جو یقیناً اس کے ایمان کو عظیم قوت بخشتی ہے اور حصول تقویٰ کی طرف قدم بقدم لے چلتی ہے ! ! اس سے اس کا ایمان و تقویٰ بڑھتا ہے اس کے مزاج میں صبر و تحمل محنت و مشقت جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں ! '' قوتِ ارادی '' جو بہت قیمتی جوہر ہے روزہ میں تقویٰ کی بدولت ہر روز ایک امتحان سے گزرتی ہے ! ایک متقی مسلمان یہ سب کچھ صرف اس لیے کرتا ہے کہ اسے خداوندِ کریم کی خوشنودی اور رضاء مطلوب ہوتی ہے اس کے سوا محض ریاضت اس کا ہرگز مقصود نہیں ہوتی !

روزہ اور غیبت :

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ روزہ ایک فرض عبادت ہے جس کی روح نیک نیتی ہے اور اس کے بعد نیک اعمال ہیں ! جس طرح جسمِ انسانی بے پراوئی کی بناء پر بیمار اور کمزور ہو جاتا ہے اسی طرح عبادات بھی بے پروائی سے کمزور ہو جاتی ہیں ! عبادت کی حفاظت اس طرح کی جاتی ہے کہ

---

[1] سُورۃ المؤمن : ۱ تا ۳ [2] اُترنے کی جگہ

اسے برائی سے پاک صاف رکھا جائے ! مثلاً اگر عبادت کرتے وقت یہ نیت ہو کہ لوگ مجھے اچھا کہیں تو عبادت بے روح ہو جائے گی چاہے وہ نماز روزہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو ! !

ایسے ہی عبادات کے دوران برائی کا اثر ہوا کرتا ہے کہ وہ عبادت برائی سے کبھی تو ایسی خراب ہو جاتی ہے جیسے صاف پانی گرد و غبار اور خس و خاشاک سے ! اور کبھی اس سے بھی زیادہ ایسی کہ جیسے پاک پانی میں کوئی ناپاک چیز مل جائے تو پانی بالکل قابلِ استعمال نہیں رہتا ! ! اس طرح وہ عبادات اس برائی سے انتہاء درجہ خرابی کو پہنچ جاتی ہیں لہٰذا عبادات کی حفاظت بھی ضروری امر ہے وہ اس طرح کہ روزہ کے دوران معصیت سے بچے، اور یہ حقیقت ہے کہ معاصی اور گناہوں میں انسان سب سے زیادہ بہت آسانی سے جو گناہ کرتا ہے وہ زبان سے ہوتا ہے اور یہ گناہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا پتہ بھی نہیں لگتا ! نہ اسے ندامت ہوتی ہے ! نہ وہ خدا سے توبہ کرتا ہے ! اور اسی بے شعوری کے باعث مثلاً کسی کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر ایسے انداز سے کرنا کہ اگر وہ یہاں موجود ہوتا تو اسے برا لگتا گناہ ہے اور اسی کا نام ''غیبت'' ہے ! ! لیکن آپ دیکھیں گے کہ عام طور پر غیبت کرنے کے بعد آدمی یہ کہتا ہے کہ میں نے تو وہ بات ذکر کی ہے جو اُس آدمی میں واقعی خرابی کی ہے ! میں نے اس کے سر جھوٹ تو نہیں لگایا ! ! یا یہ کہتا ہے کہ میں یہ بات اس کے منہ پر کہہ سکتا ہوں میں اس سے ڈرتا نہیں ! ! اور یہ نہیں جانتا کہ اسی کا نام ''غیبت'' ہے ! اور یہی بدگمانیوں اور جھگڑوں کی جڑ ہے ! کیونکہ جب یہ بات دوسرے تک پہنچے گی تو اس کی بڑی دل آزاری ہوگی وہ رنجیدۂ خاطر اور ناراض ہو جائے گا ! اور پھر وہ بھی کوئی ایسی ہی بات اس کے بارے میں اس کی غیر موجودگی میں کہہ دے گا جو اس شخص میں واقعی کمزوری کی ہوگی اور جب وہ اس تک پہنچے گی تو یہ برہم ہوگا ! اس طرح بے وجہ صرف زبان کی بے احتیاطی سے نااتفاقی جنم لے گی ! ! لہٰذا شریعت نے اسے اخلاقی جرم قرار دیا اس کا دروازہ ہی بند کر دیا اور فرمایا

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سُورۃ الحجرات : ۱۲)

''برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، کیا پسند ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گِھن کھاتے ہو تم اس سے ! اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان''

حدیث شریف میں اِرشاد فرمایا گیا :

مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ [1]

''جو شخص باطل چیزیں اور ان پر عمل کو ترک نہیں کرتا تو اللہ کو اُس کے کھانا اور پینا چھوڑنے کی کچھ پروا نہیں'' ! ! !

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔(اِدارہ)

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم رقم الحدیث ۱۹۹۹

قسط : ۸

میرے حضرت مدنیؒ

حالات و واقعات شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

بقلم : شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ

ماخوذ اَز آپ بیتی

انتخاب و ترتیب : مفتی محمد مصعب صاحب مدظلہم ، دارُالافتاء دارُالعلوم دیوبند

مقدمہ : جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اَرشد مدنی دامت برکاتہم

اَمیر الہند و صدر المدرسین دارُالعلوم دیوبند

مجھے جیل کی کوٹھریوں کی عادت ہے :

باتیں تو کئی یاد آگئیں لیکن میں نے اُوپر لکھا تھا دو مدتھے تشریف آوری کے، دوسرا مد جس کے لیے حضرت اہتمام سے تشریف لاتے کسی اہم مضمون کا لکھنا ہوتا تھا وہ اگر طویل ہوتا یعنی ایک دو روز کا ہوتا تو حسین آباد تشریف لے جاتے، دو چار گھنٹہ کا ہوتا تو ایک گاڑی سے یہاں تشریف لے آتے اور وہی سارا منظر جو اُوپر سونے کے سلسلے میں گزرا وہی یہاں بھی ہوتا ! حضرت قدس سرہٗ کا معمول گرمی ہو یا سردی اگر شب کو سونے کی نوبت آتی تو کچے گھر ہی میں آرام فرماتے تھے، سردی میں تو کوئی دِقت نہ تھی، لیکن گرمی میں بہت ہی اصرار کرتا کہ مدرسہ کی چھت پر بہت ہی اچھی ہوا آئے گی، منت خوشامد کرتا حضرت فرماتے کہ مجھے جیل کی کوٹھریوں کی عادت ہے ! ! (آپ بیتی ص ۴۰۹)

میں تو کچے گھر ہی میں سوؤں گا :

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہٗ اور مولانا عزیز گل صاحب اور دو مہمان مغرب کے وقت تشریف لائے علی الصباح گنگوہ جانا تھا، میں نے عرض کیا کہ گرمی بڑی شدید ہے برسات کا زمانہ تھا آج تو مدرسہ کی چھت پر بڑے کمرے میں چارپائی بچھوادُوں، بڑی اچھی ہوا آئے گی، حضرت نے فرمایا کہ میں تو کچے

گھر ہی میں سوؤں گا، ان لوگوں کے لیے بچھوا دیجیے ! میں نے مولانا عزیر گل صاحب سے اللہ اُن کو بہت ہی خوش رکھے، پوچھا کہ آپ کی وہاں چارپائیاں بچھوادُوں، جو مولانا عزیز گل سے کبھی مل چکا ہوگا وہ ان کے طرزِ گفتگو سے خوب واقف ہوگا ! کہنے لگے کہ ہم بھی وہیں مریں گے جہاں یہ مرے گا، چونکہ اس زمانے میں گھر والے نہیں تھے اس لیے میں نے بقیہ حضرات کی چارپائیاں زنانے مکان کی سہ دری میں بچھوا دیں کہ وہاں فی الجملہ ہوا تھی ! ! (آپ بیتی ص ۴۱۰)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی آہ سحر گاہی :

ایک بات اور یاد آگئی اور یہ بھی یاد نہیں کہ کہیں اور لکھوا چکا کہ نہیں ! حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری ثانی کا معمول یہ رہا کہ سفر ہو یا حضر، ان دونوں حضرات کی چارپائی مجمع سے علیحدہ ہوتی تھی اور یہ ناکارہ اس ضابطہ سے دونوں کے یہاں مستثنٰی تھا ایک مرتبہ آبھہ حضرت مدنی تشریف لے گئے، یہ سیہ کار بھی ساتھ تھا حسبِ معمول سب رُفقاء کی چارپائیاں مختلف کمروں میں بچھیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ان کی چارپائی میرے ہی کمرے میں ہوگی۔ آبھہ والے بھی حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ بے تکلف تھے، کہنے لگے کہ حضرت جی یہ کیا بات ہے کہ خادم لوگوں کی چارپائیاں تو دُور ہوں ان کی کیا خصوصیت ہے کہ حضرت ہی کے پاس ہو ؟ قبل اس کے کہ حضرت قدس سرہٗ جواب مرحمت فرماویں میں بول پڑا کہ میں اس کی وجہ بتلاؤں، وہ یہ کہ یہ دونوں حضرات رات کو بہت مشغول رہتے ہیں اور آدمیوں کے قرب سے ان کا حرج ہوتا ہے اور میں تو ایسا ہوں جیسے تمہاری یہ بکری یہاں بندھ رہی ہے ایک چارپائی کے قریب وہ بھی بندھی ہوئی ہے ایک میں بھی سہی، جانوروں سے حرج نہیں ہوتا، آدمیوں سے ہوتا ہے ! میں نے اپنے اکابر میں اپنے والد صاحب اور حضرت مدنی قدس سرہٗ کو اُخیر شب میں بہت ہی آواز سے روتے سنا، بسا اوقات ان اکابر کے رونے سے مجھ جیسے کی آنکھ بھی کھل جاتی تھی جس کی آنکھ سونے کے بعد بڑی مشکل سے کھلتی ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہٗ ہندی کے دوہے بڑے درد سے پڑھا کرتے تھے، میں ہندی سے واقف نہیں اس لیے مضامین کا تو پتہ نہیں چلتا تھا، لیکن رونے کا منظر اب تک کانوں اور دل میں ہے جیسے کوئی بچہ کو پیٹ رہا ہو اور وہ رو رہا ہو۔ (آپ بیتی ص ۴۱۰، ۴۱۱)

ہمت و جفاکشی :

ہمت و جفا اور مشقت اُٹھانا تو میں نے اپنے سارے اکابر میں حضرت مدنی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا ! ایک مرتبہ ۱۲/ربیع الاوّل کے موقع پر حضرت سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے اہلِ شہر نے اصرار کیا کہ آج ہمارے یہاں سیرت کا جلسہ ہے، زکریا نے کہہ دیا کہ اب مولود کا نام سیرت ہو گیا ! نہ معلوم حضرت مدنی قدس سرہٗ کس خیال میں تھے سختی سے انکار فرمادیا کہ میں نہیں آؤں گا اور خوب ڈانٹا کہ تم لوگوں کو عقیدت ساری ۱۲/ربیع الاوّل ہی کو آتی ہے، سال میں کبھی توفیق ہوتی ہے جلسہ کرنے کی ؟ لوگوں نے کہا حضرت ہم تو ہر وقت متمنی رہتے ہیں کوئی مانتا نہیں، سنتا نہیں ! حضرت نے فرمادیا کہ کوئی سننے کے لیے تیار ہو تو میں سنانے کے لیے تیار ہوں ! لوگوں نے اپنی حماقت سے استقبال کا خوب اظہار کیا ! حضرت قدس سرہٗ نے ہر ہفتہ تشریف لانے کا وعدہ فرمالیا اور جمعرات کی رات اس کے لیے متعین ہوگئی اس لیے کہ جمعہ حضرت کا کئی کئی ماہ کا پہلے سے موعود ہوتا تھا، تقریباً چار ماہ مسلسل اگر کسی دوسری جگہ طویل سفر نہ ہوتا تو حضرت جمعرات کی شب میں ساڑھے آٹھ بجے کی گاڑی سے تشریف لاتے، اسٹیشن سے سیدھے جامع مسجد جاتے اور نماز کے بعد وعظ شروع فرماتے، ساڑھے بارہ ایک بجے اس سیہ کار کے مکان پر تشریف لاتے، چونکہ مجھے معمول معلوم تھا اور میری پہلی اہلیہ مرحومہ کو حضرت قدس سرہٗ کے لیے کھانے یا پینے کی چیزوں کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا، وہ بارہ بجے چائے کا پانی رکھ دیتی اور حضرت کی آواز اوپر چڑھنے کی جب آتی کہ میرا قیام اس وقت اوپر کے کمرے میں تھا تو چائے دم کرتی اور زور سے کھڑکا کرتی اور میں جلدی سے آکر چائے لے جاتا !

حضرت پر اُس وقت چونکہ تعب ہوتا تھا اس لیے پیتے تو تھے رغبت سے اور بار بار مجھ سے فرماتے کہ آپ اس غریب کو ناواقف ستاتے ہیں ! میں عرض کرتا کہ میں نے نہیں کہا اس نے اپنے شوق سے خود پکائی اور چونکہ مجھے معلوم ہوتا تھا اس لیے چارپائی اور بستر پہلے سے تیار ہوتا، حضرت چائے پی کر آرام فرماتے [1]

---

[1] آپ بیتی ص ۴۱۰، ۴۱۱

اختیاری سونا اور اختیاری جاگنا :

میں نے اختیاری سونا اور سوکر اختیاری جاگنا اپنے اکابر میں صرف حضرت قدس سرہٗ اور حضرت مدنی میں دیکھا ! حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کو بارہا دیکھا کہ ریل پر تشریف لے جاکر گاڑی اگر دس پندرہ منٹ لیٹ ہوتی تو حضرت فرماتے کہ میں تو اتنے سولوں گا اور کوئی خادم جلدی سے بستر پلیٹ فارم پر کھول دیتا اور حضرت تکیہ پر سر رکھتے ہی سو جاتے اور دس منٹ کے اندر خود اُٹھ جاتے ! میرے حضرت قدس سرہٗ کبھی کبھی یہ بھی ارشاد فرماتے کہ سونے کے ارادے کے بعد مجھے اکثر تکیہ پر سر رکھنے کی بھی خبر نہیں ہوتی ہے ! !

یہ مقولہ میں نے اپنے چچا جان سے بھی اکثر سنا کہ ماہِ مبارک میں وتروں کے بعد چارپائی پر تشریف لے جاکر تکیہ پر سر رکھنے سے پہلے ہی آنکھ لگ جاتی تھی۔ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کا معمول ماہِ مبارک میں تراویح کے بعد فوراً سونے کا تھا اور بارہ بجے اُٹھ کر سحر تک کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے کا تھا اور جہر سے قرآنِ پاک پڑھتے، صبح کو اذان کے ساتھ ہی نماز ہو جاتی اور اس کے بعد خود مصلّے پر بیٹھ کر اشراق تک اوراد وظائف پڑھتے اور خدام کو تقاضا کر کے سلا دیتے ! کہاں سے کہاں چلا گیا !

بہرحال حضرت مدنی قدس سرہٗ کی نیند اِس قدر قابو کی تھی کہ سینکڑوں دفعہ میرے یہاں رات دن میں آرام فرمانے کی نوبت آئی اور میں نے حضرت کی راحت کی وجہ سے بارہا اس کی کوشش کی کہ کوئی حرکت نہ ہو اور کوئی نہ بولے چاہے گاڑی نکل جائے، مگر حضرت قدس سرہٗ گاڑی سے آدھ گھنٹہ پہلے ایک دم اُٹھ کر بیٹھ جاتے ! اس ہفتہ واری آمد میں بھی رات کو ساڑھے چار پر گاڑی جاتی تھی اور چار بجے سے پانچ سات منٹ قبل اٹھ جانا طے شدہ تھا ! میں حضرت کے اُٹھتے ہی کسی شخص کو تانگے کو بھیجتا اور پہلی اہلیہ مرحومہ اس وقت بھی چائے تیار رکھتی ! اس وقت کی چائے پر حضرت زیادہ ناراض ہوتے تھے کہ میں دیوبند جاکر پی لوں گا، چائے کے وقت پہنچ جاؤں گا، میرے اصرار پر کبھی تو پی لیتے اور کبھی عتاباً انکار فرما دیتے تھے ! کیا کیا مناظر آنکھوں کے سامنے آگئے پرانی یادیں تازہ ہوگئیں (جاری ہے)

[1] آپ بیتی ص ۴۱۲

قسط : ۱۲

تربیتِ اولاد

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ ﴾

زیرِنظر رسالہ ''تربیتِ اولاد'' حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے افادات کا مرتب مجموعہ ہے جس میں عقل ونقل اور تجربہ کی روشنی میں اولاد کے ہونے ، نہ ہونے ، ہوکر مرجانے اور حالتِ حمل اور پیدائش سے لے کر زمانۂ بلوغ تک رُوحانی وجسمانی تعلیم وتربیت کے اسلامی طریقے اور شرعی احکام بتلائے گئے ہیں ! پیدائش کے بعد پیش آنے والے معاملات ، عقیقہ، ختنہ وغیرہ اُمور تفصیل کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، مرد عورت کے لیے ماں باپ بننے سے پہلے اور اُس کے بعد اس کا مطالعہ اولاد کی صحیح رہنمائی کے لیے ان شاء اللہ مفید ہوگا۔اس کے مطابق عمل کرنے سے اَولاد نہ صرف دُنیا میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی بلکہ ذخیرۂ آخرت بھی ثابت ہوگی ان شاء اللہ ! اللہ پاک زائد سے زائد مسلمانوں کو اِس سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین

ختنہ کا بیان

ختنہ کا مسنون طریقہ :

☆ جب بچہ میں برداشت کی قوت دیکھی جائے، چپکے سے نائی کو بُلا کر ختنہ کرادیں !

☆ جب اچھا ہوجائے تو غسل کرادیں !

☆ اگر گنجائش ہو اور بار بھی نہ ہو اور پابندی بھی نہ کرے اور شہرت ونمود اور طعن وبدنامی بھی خیال نہ ہو تو شکریہ میں دو چار اَعزاء واحباب یا دو چار مسکینوں کو جو میسر ہو کھلا دے، اللہ اللہ خیر صلا لیکن بار بار ایسا بھی نہ کرے ورنہ پھر وہی رسم پڑ جائے گی۔ (اصلاح الرسوم ص ۴۸ ۔ بہشتی زیور ص ۱۵)

ختنہ وغیرہ کی تقریب میں بچوں کے نام سے کچھ دیے جانے کا مسئلہ :

مسئلہ : ختنہ وغیرہ کی کسی تقریب میں چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اُس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لیے وہ سب نیوتہ بچے کی مِلک نہیں بلکہ ماں باپ اُس کے مالک ہیں جو چاہیں سو کریں ! البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے تو پھر وہی بچہ اُس کا مالک ہے، اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اُسی کا قبضہ کر لینا کافی ہے جب قبضہ کر لیا تو مالک ہو گیا ! اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہو تو اگر باپ ہو تو اُس کے قبضہ کر لینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہو جائے گا اور اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اُس کو قبضہ کرنا چاہیے ! (بہشتی زیور ص ۳۴/۵)

ختنہ کے موقع پر لوگوں کو اہتمام سے بُلانا :

(ختنہ کے موقع پر) لوگوں کو آدمی اور خطوط بھیج کر بُلانا بالکل سنت کے خلاف ہے !

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان ابی العاصؓ کسی ختنہ میں بلائے گئے آپ نے انکار فرما دیا، کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اُس کے لیے بلائے جاتے تھے۔ (رواہُ احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کے لیے لوگوں کو بُلانا سنت سے ثابت نہیں اس کے لیے بلانے کو صحابہ نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا ! اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بُلانا اہتمام کی دلیل ہے تو شریعت میں جس چیز کا اہتمام نہیں کیا اُس کا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے ! اسی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے جب لوگوں کو چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع دیکھا تو براہِ اِنکار اِس کو بدعت فرمایا، اسی بناء پر فقہاء نے نفلی جماعت کو مکروہ کہا ہے ! (اصلاح الرسوم ص ۱۱۰، ۱۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس چیز کا اعلان ضروری نہیں اُس کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور بُلانا سنت کے خلاف ہے !

ختنہ کی دعوت :

فرمایا میرے ایک عزیز ہیں اُن کے لڑکے کا ختنہ ہے چونکہ عزیزوں (رشتہ داروں) کو زور ہوتا ہے اس لیے اُنہوں نے کہا کہ ضرور آنا پڑے گا ! میں نے کہا کہ میں اصلاح الرسوم میں منع لکھا چکا ہوں اور حدیث بھی لکھی ہے کیسے جاسکتا ہوں ! ؟ کہیں گے تو ضرور کہ رُوکھا ہے لیکن عزیزوں سے بھی یہی کرنا پڑتا ہے !

فرمایا ایک مرتبہ ایک شیعہ کے ہاں سے ختنہ کی تقریب پر ہمارے یہاں کھانا آیا، میں نے اس تحریر کے ساتھ واپس کردیا کہ ہماری فقہ میں اَطْعَمَۃُ (مسنون دعوت کے کھانوں) کی فہرست موجود ہے اور یہ کھانا اس فہرست سے خارج ہے لہٰذا مجھے معذور سمجھیں، میں اس قسم کا کھانا اپنے اعزہ واَقرباء (رشتہ داروں) سے بھی قبول نہیں کرتا، بحمداللہ اس جواب سے کوئی شکایت نہیں ہوئی ! [1]

ختنہ میں اخفاء بہتر ہے یا اعلان واِظہار :

سوال : اصلاح الرسوم میں ختنہ کے اعلان اور اس کے تداعی (اہتمام سے بلانے) کو منع کیا ہے اور مدخل میں مذکر کے ختنہ کا اظہار اور لڑکی کے ختنے کے اخفاء کو سنت کہا ہے !

جواب : اصلاح الرسوم میں ممانعت کی دلیل بھی لکھی ہے اس لیے اس پر عمل متروک نہ ہوگا اس دلیل میں مطلق ختان وارد ہے لہٰذا حکایۃ فعل پر ہی محمول نہ کیا جائے باقی مدخل میں جس اظہار کو مسنون کہا ہے وہ بمعنی عدم اخفاء ہے، مطلب یہ ہے کہ اخفاء (چھپ کے ہوئے ہونے) کا اہتمام نہ کیا جائے چنانچہ اس بالمقابل اخفاء ختان جاریہ (لڑکی کے ختنہ کو خفیہ رکھنا) اس کا قرینہ ہے تو اس سے اعلان بمعنی اہتمام تداعی (یعنی اہتمام سے بُلانے کا) جائز ہونا لازم نہیں آتا۔ (امدادُالفتاویٰ ج۴/ص۲۳۹)

ختنہ کی دعوت میں شرکت سے متعلق حضرت تھانویؒ کا دلچسپ واقعہ :

فرمایا کہ قصبہ رامپور میں ایک مالدار مولوی صاحب کے لڑکے کے ختنہ تھے اپنے حضرات بھی اس میں مدعو تھے مجھ کو بھی بلایا گیا، میں بھی چلا گیا۔ اصلاح الرسوم (کتاب) میں اس سے پہلے لکھ چکا تھا

---

[1] دعوتِ عبدیت ص۶۰

میں نے پہلے سے طے کرلیا تھا کہ میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان میں ٹھہروں گا اور اس کی وجہ (بطورِ حیلہ) کے میں نے یہ بیان کی تھی کہ مجمع میں بعض بڑے لوگ ہوں گے میں اُن کے ادب میں رہوں گا اور بعض لوگ چھوٹے ہوں گے وہ میرے ادب میں رہیں گے، نہ مجھ کو راحت ملے گی نہ اُن کو اور اس تقریب میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی تشریف لائے تھے، میں قاضی انعام الحق صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ عشاء کے وقت میں نے دیکھا ہے کہ نائی عام میں بُلاوا دیتا پھرتا ہے، میں نے دریافت کیا یہ بُلاوا کیسا ہے ؟ اُس نے کہا کہ تمام برادری کی دعوت ہے، میں کھٹک گیا کہ معاملہ گڑبڑ ہے اور بظاہر تفاخر ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال ہوا کہ میں تو اصلاح الرسوم میں منع کر چکا ہوں اگر شرکت کی تو کتاب کا خاک اثر رہے گا !

اس لیے میں نے خود سوچ کر تجویز کیا کہ میں قاضی انعام صاحب کے باغ میں جاتا ہوں وہاں کسی کا خیال ہی نہ جائے گا اور میں شریک ہونے سے بچ جاؤں گا اور شریک نہ ہوں گا ! گو اِس میں مجھ کو بعض کلفتیں ہوں گی مگر کچھ بھی ہو شرکت کرنا مناسب نہیں اور اُس زمانہ میں بھی تصانیف کا کام کر رہا تھا سفر میں تصنیف کا سامان بھی ساتھ رکھتا تھا اُس وقت بھی ضروری سامان تھا اُس کو لے کر آخیر شب میں باغ میں پہنچ گیا۔ لوگوں نے مختلف سڑکوں پر بھی ڈھونڈا مگر میں کہاں وہ سب تو ڈھونڈتے رہ گئے ! میں ریل کے وقت باہر باہر اسٹیشن پہنچ گیا، اسٹیشن پر مولانا معین الدین صاحب ملے وہ بھی اس تقریب میں شرکت کے لیے آئے تھے، کہنے لگے کہ میں تو تم سے لڑنے آیا تھا ! یہ اُنہوں نے اس وجہ سے کہا کہ اُنہوں نے بھی ایک مرتبہ تقریب میں مدعو کیا تھا میں نے انکار کر دیا تھا، کہنے لگے کہ میں یہ سوچ کر چلا تھا کہ غریب آدمیوں کے یہاں شرکت سے انکار کرتے ہو مگر جب تم کو نہ پایا تو اب لڑائی کی گنجائش نہ رہی اور کہنے لگے کہ جب تم ہی شریک نہ ہوئے تو اب میں بھی شریک نہ ہوں گا ! !

یہاں ایک لطیفہ ہوا کہ میں قرآن شریف کی سورۂ نمل پڑھ کر آ رہا تھا اُس میں ہُد ہُد کا قصہ آیا میں نے ایک دوست کو بُلا کر کہا کہ دیکھو قرآن شریف میں میرے اس واقعہ کی نظیر اور تائید آیات میں موجود ہے ﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا ﴾

جیسے وہاں ھُدْ ھُدْ کی تلاش شروع ہوئی تھی میری بھی تلاش ہوئی، ہمارے محاورہ میں ہُد ہُد بے وقوف کو کہتے ہیں اور میں بھی بے وقوف سا تھا !

ھُدْ ھُدْ سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے غائب ہوا، میں بھی اُس تقریب کے مجمع میں سے غائب ہوگیا تھا اُس کی سزا عذاب اور ذبح تجویز کی گئی تھی، مجھ کو بھی بُرا بھلا کہا گیا ملامت کی گئی یہ بھی ذبحِ نفس ہے !

ھُدْ ھُدْ نے ایک ایسی چیز کی خبر دی تھی جس کا علم حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ کسی واقعہ کا علم اگر کسی ناقص کو ہو کامل کو نہ ہو تو ممکن ہے ! اسی طرح عوام کی مفاسد کی خبر مجھ کو ہو اور اکابر کو نہ ہو تو بعید نہیں اور جیسے وہاں بلقیس عورت کی سلطنت تھی ایسے ہی یہاں پر بھی عورتوں کی حکومت تھی جس کی وجہ سے یہ رسمیں ہوگئیں !

اور حسیات میں کسی کے علم کا زیادہ ہونا یہ کوئی کمال نہیں جزئی واقعات میں ممکن ہے کہ چھوٹوں کا علم بڑوں سے بڑھا ہوا ہو ! سو جیسے اس علم سے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ھُدْ ھُدْ کو فضیلت نہیں ہو سکتی ایسے ہی مجھ کو بھی اپنے اکابر پر فضیلت نہیں ہو سکتی البتہ ہمارے حضرات علومِ مقصودہ میں بڑھے ہوئے ہیں اور یہ علوم مقصودہ میں سے نہ تھا ! [۱]

بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرانا :

بالغ ہونے کے بعد بھی ختنہ کا حکم ہے اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ اس کا تحمل (یعنی برداشت) بھی کر سکے ورنہ چھوڑ دیا جائے گا ختنہ کی ضرورت سے اس کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا سب جائز ہے [۲]

ضروری تنبیہ :

ختنہ کے وقت بعض موقع پر لڑکا بالغ ہونے کے قریب ہوتا ہے جس کا پوشیدہ بدن ختنہ کرنے والوں کے علاوہ دوسروں کو بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے لیکن سب بے تکلف دیکھتے ہیں اور گناہگار ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا سبب یہ بُلانے والا ہوتا ہے۔ [۳] (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

---

[۱] الافاضاتِ یومیۃ ص ۲/۳۶۷ [۲] امدادُ الفتاویٰ ج۱ ص ۲۴۰ [۳] اصلاح الرسوم ص ۴۴

چہل احادیث متعلقہ رمضان وصیام

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

(۱) فرمایا نبی الرحمت ﷺ نے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے کیونکہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دُوں گا ! بندہ اپنی خواہش اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے پھر فرمایا کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری اس وقت ہوگی جب خدا سے ملاقات کرے گا ! اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے عمدہ ہے ! اور روزے ڈھال ہیں (جو گناہوں سے اور دوزخ سے بچاتے ہیں) جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو گندی باتیں نہ کرے اور شور نہ مچائے پس اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (لڑنا جھگڑنا گالی کا جواب دینا میرا کام نہیں) ! (بخاری و مسلم)

(۲) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں ! اُن میں سے کوئی دروازہ رمضان ختم ہونے تک نہیں کھولا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن میں سے کوئی دروازہ (ختم رمضان تک) بند نہیں کیا جاتا ہے ! اور خدا کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھ ! اور اے شر کے تلاش کرنے والے رُک جا ! اور بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے آزاد کرتے ہیں اور ہر رات ایسا ہی ہوتا ہے (ترمذی شریف)

ایک روایت میں ہے جب رمضان داخل ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں (بخاری و مسلم)

(۳) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ''ریّان'' ہے اس سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے ! (بخاری و مسلم)

(۴) فرمایا رسولِ مقبول ﷺ نے کہ جس نے ایک دن خدا کی راہ میں روز رکھ لیا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے اس قدر دُور کردیں گے کہ ستر سال میں جتنی دور پہنچا جائے ! (بخاری شریف)

(۵) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ جس نے بلا کسی شرعی رُخصت اور بلا کسی مرض کے (جس میں روزہ چھوڑنا جائز ہو) رمضان کا روزہ چھوڑ دیا تو اگرچہ (بعد میں) اس کو رکھ لے تب بھی ساری عمر کے روزوں سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی ! (مسند احمد)

ف : مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزوں کی فضیلت اور برتری اس قدر ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا تو عمر بھر روزے رکھنے سے بھی وہ فضیلت اور اجر و ثواب نہ پائے گا جو رمضان میں روزے رکھنے سے ملتا ہے گو قضا کا ایک روزہ رکھنے سے حکم کی تعمیل ہو جائے گی !

روزہ کی حفاظت :

(۶) فرمایا فخر بنی آدم ﷺ نے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کے لیے (حرام کھانے یا حرام کام کرنے یا غیبت وغیرہ کرنے کی وجہ سے) پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ! اور بہت سے تہجد گزار ایسے ہیں جن کے لیے (ریاکاری کی وجہ سے) جاگنے کے سوا کچھ نہیں ! (سنن دارمی)

(۷) فرمایا سرکارِ دو عالم ﷺ نے کہ روزہ (شیطان کی شرارت سے بچنے کے لیے) ڈھال ہے جب تک کہ روزہ دار (جھوٹ بول کر یا غیبت وغیرہ کر کے) اس کو پھاڑ نہ ڈالے ! (سنن نسائی)

(۸) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ جس نے روزہ رکھ کر بری بات اور برے عمل کو نہ چھوڑا تو خدا کو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے ! (بخاری شریف)

قیامِ رمضان :

(۹) فرمایا رسول اکرم ﷺ نے کہ جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے ! اور جس نے ایمان کے ساتھ (اور) ثواب سمجھتے ہوئے رمضان میں قیام کیا (تراویح وغیرہ پڑھی) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے !

اور جس نے شبِ قدر میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب سمجھ کر اس کے اب تک کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے ! (بخاری و مسلم)

(۱۰) فرمایا فخرِ دوعالم ﷺ نے کہ روزے اور قرآن بندہ کے لیے سفارش کریں گے ! روزے کہیں گے اے رب ! ہم نے اس کو دن میں کھانے سے اور دیگر خواہشات سے روک دیا لہٰذا اس کے حق میں ہماری سفارش قبول فرمالیجیے ! قرآن عرض کرے گا کہ میں نے رات کو اسے سونے نہ دیا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالیجیے چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی ! (بیہقی فی شعب الایمان)

رمضان اور قرآن :

(۱۱) فرمایا حضرت ابوہریرہؓ نے کہ رسولِ خدا ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، رمضان میں آپ کی سخاوت بہت ہی زیادہ بڑھ جاتی تھی ! رمضان کی ہر رات میں جبرئیل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ ان کو قرآنِ مجید سناتے تھے ! جب جبرئیل (علیہ السلام) آپ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اس ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے جو بارش لے کر بھیجی جاتی ہے ! (بخاری و مسلم)

رمضان میں سخاوت :

(۱۲) فرمایا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ جب رمضان داخل ہوتا تھا تو حضور اقدس ﷺ ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطا فرماتے تھے ! (بیہقی فی شعب الایمان)

مطلب یہ ہے کہ آپ یوں بھی کسی سائل کو محروم نہ فرماتے تھے مگر رمضان میں اس کا اہتمام مزید ہو جاتا تھا

روزہ افطار کرانا :

(۱۳) فرمایا خاتم الانبیاء ﷺ نے کہ جس نے روزہ دار کا روزہ کُھلوایا یا مجاہد کو سامان دے دیا تو اس کو روزہ دار جیسا اجر ملے گا ! (بیہقی فی شعب الایمان)

اور غازی اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے !

روزہ میں بھول کر کھا پی لینا :

(۱۴) فرمایا رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو روزہ پورا کرلے کیونکہ (اس کا کچھ قصور نہیں) اسے اللہ نے کھلایا اور پلایا ! (بخاری و مسلم)

سحری کھانا :

(۱۵) فرمایا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے ! (بخاری و مسلم)

(۱۶) فرمایا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے ! (مسلم)

(۱۷) فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھانیوالوں پر خدا اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ! (طبرانی)

افطار کرنا :

(۱۸) فرمایا نبی الرحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے یعنی غروبِ آفتاب ہوتے ہی فوراً روزہ کھول لیا کریں گے ! (بخاری و مسلم)

(۱۹) فرمایا رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطار میں سب سے زیادہ جلدی کرنے والا ہے ! یعنی غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرتا ہے اور اسے اس میں جلدی کا خوب اہتمام رہتا ہے ! (سنن ترمذی)

(۲۰) فرمایا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اِدھر سے (یعنی مشرق سے) رات آگئی اور اُدھر سے (یعنی مغرب سے) دن چلا گیا تو روزہ افطار کرنے کا وقت ہوگیا (آگے انتظار کرنا مکروہ ہے) ! (مسلم)

(۲۱) فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم روزہ کھولنے لگو تو کھجوروں سے افطار کرو کیونکہ کھجور سراپا برکت ہے ! اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے روزہ کھول لو ! کیونکہ وہ (ظاہر و باطن) کو پاک کرنے والا ہے ! (سنن ترمذی)

روزہ جسم کی زکوة ہے :

(۲۲) فرمایا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز کی زکوة ہوتی ہے اور جسم کی زکوة روزہ ہے ! (ابن ماجہ)

سردی میں روزہ :

(۲۳) فرمایا سرورِ عالم ﷺ نے کہ موسم سرما میں روزہ رکھنا مفت کا ثواب ہے ! (سنن ترمذی)

مفت کا ثواب اس لیے فرمایا کہ اس میں پیاس نہیں لگتی اور دن بھی جلدی سے گزر جاتا ہے ! افسوس ہے کہ بہت سے لوگ اس پر بھی روزے سے گریز کرتے ہیں !

جنابت روزہ کے منافی نہیں :

(۲۴) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ رمضان المبارک میں حضورِ اقدس ﷺ کو بحالتِ جنابت صبح ہو جاتی تھی اور یہ جنابت احتلام کی نہیں (بلکہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے کی وجہ سے ہوتی تھی) پھر غسل فرما کر روزہ رکھ لیتے تھے ! (بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے قبل غسل نہیں فرمایا اور روزہ کی نیت فرمالی، پھر طلوعِ آفتاب سے قبل غسل فرما کر نماز پڑھ لی ! اس طرح سے روزہ کا کچھ حصہ حالتِ جنابت میں گزرا اس لیے کہ روزہ بالکل ابتدائے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے !

اسی طرح اگر روزہ میں احتلام ہو جائے تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ جنابت روزہ کے منافی نہیں ہے !

ہاں اگر عورت کے ماہواری کے دن ہوں تو روزہ نہ ہوگا ان دنوں کی قضا بعد میں فرض ہے !

یہی مسئلہ نفاس کے ایام کا ہے، نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے !

روزہ میں مسواک :

(۲۵) فرمایا حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسولِ خدا ﷺ کو بحالتِ روزہ اتنی بار مسواک کرتے ہوئے دیکھا کہ جس کا میں شمار نہیں کرسکتا ! (سنن ترمذی)

مسواک تر ہو یا خشک روزہ میں ہر وقت کر سکتے ہیں ! البتہ منجن، ٹوتھ پاؤڈر، ٹوتھ پیسٹ یا کوئلہ وغیرہ سے روزہ میں دانت صاف کرنا مکروہ ہے !

روزہ میں سُرمہ :

(۲۶) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھ میں تکلیف ہے کیا میں روزہ میں سُرمہ لگالوں ؟ فرمایا لگالو ! (سنن ترمذی)

اگر روزہ دار کے پاس کھایا جائے :

(۲۷) فرمایا فخرِ بنی آدم ﷺ نے کہ جب تک روزہ دار کے پاس کھایا جاتا رہے اُس کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور اُس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں ! (بیہقی فی شعب الایمان)

آخر عشرہ میں عبادت کا خاص اہتمام :

(۲۸) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نبی ٔ اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں جس قدر عبادت میں محنت فرماتے تھے دوسرے ایام میں اس قدر محنت نہیں فرماتے تھے ! (مسلم)

(۲۹) فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو سرورِ عالم ﷺ تہبند کس لیتے تھے (تاکہ خوب عبادت کریں) اور پوری رات عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو عبادت کے لیے جگاتے تھے ! (بخاری و مسلم)

شبِ قدر :

(۳۰) فرمایا رحمۃ للعالمین ﷺ نے کہ بلاشبہ یہ مہینہ آچکا ہے اس میں ایک رات ہے (شبِ قدر جو عبادت کی قدر و قیمت کے اعتبار سے) ہزار مہینوں سے بہتر ہے ! جو اِس رات سے محروم ہو گیا کل خیر سے محروم ہو گیا ! اور اس شب کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا پورا محروم ہو (جسے ذوقِ عبادت بالکل نہیں اور جو فکر سعادت سے خالی ہے) (ابن ماجہ)

(۳۱) فرمایا سرورِ کونین ﷺ نے کہ شبِ قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (بخاری)

(۳۲) فرمایا محبوبِ رب العالمین ﷺ نے (اعتکاف کرنے والے کے متعلق) کہ وہ گناہوں سے بچا

رہتا ہے اور اسے وہ ثواب بھی ملتا ہے جو (اعتکاف سے باہر) تمام نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے ! (ابن ماجہ)
یعنی اعتکاف میں بیٹھ کر اعتکاف والا خارجِ مسجد جو نیکیاں کرنے سے عاجز ہے تو وہ ثواب کے اعتبار سے محروم نہیں ہے، اگر اعتکاف نہ کرتا تو مسجد سے باہر جو نیکیاں کرتا ان کا ثواب بھی پاتا ہے !

آخری رات میں بخششیں :

(۳۳) فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے کہ رمضان کی آخری رات میں اُمتِ محمدیہ کی مغفرت کردی جاتی ہے عرض کیا گیا یارسول اللہ! کیا اس سے شبِ قدر مراد ہے ؟ فرمایا نہیں ! (یہ فضیلت آخری رات کی ہے شبِ قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اجر اُس وقت پورا دے دیا جاتا ہے جب کام پورا کر دیتا ہے اور آخری شب میں عمل پورا ہو جاتا ہے لہٰذا بخشش ہو جاتی ہے ! (مسند احمد)

عید کا دن :

(۳۴) فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب شبِ قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو ہر اُس بندۂ خدا کے لیے دعا کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو ! پھر جب عید کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر فرماتے ہیں کہ دیکھو ان لوگوں نے ایک ماہ کے روزے رکھے اور حکم مانا اور فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو بتاؤ اس مزدور کی کیا جزا ہے جس نے عمل پورا کر دیا ہو ؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے رب اس کی جزا یہ ہے کہ اس کا بدلہ پورا دے دیا جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''اے میرے فرشتو میرے بندوں اور بندیوں نے میرا فریضہ پورا کر دیا جو اُن پر لازم تھا اور اب دعا میں گڑگڑانے کے لیے نکلے ہیں، قسم ہے میرے عزت وجلال اور کرم کی اور میرے علو وارتفاع کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا، پھر (بندوں کو) ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا لہٰذا اس کے بعد (عیدگاہ سے) بخشے بخشائے واپس ہوتے ہیں ! (بیہقی)

رمضان المبارک کے بعد دو اہم کام :

صدقہ فطر :

(۳۵) فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مقرر فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی روزی کے لیے ! (ابوداود)

شش عید کے روزے :

(۳۶) فرمایا فخرِ کونین ﷺ نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل روزے) یعنی عید کے مہینہ میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا ! اگر ہمیشہ ایسا ہی کیا کرے تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے ! (مسلم شریف)

چند مسنون دُعائیں :

(۳۷) فرمایا معاذ بن زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ افطار کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (سُنن ابوداوٗد)

''اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر کھولا''

(۳۸) فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ افطار کے وقت (یعنی بعد افطار) رسولِ کریم ﷺ یہ دعا پڑھتے

ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ. (سُنن ابوداوٗد)

'' پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہوگیا ''

افطار کی ایک اور دُعا :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْیٍٔ اَنْ تَغْفِرَلِیْ [1]

''اے اللہ ! میں آپ کی اس رحمت کے ذریعہ سوال کرتا ہوں جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے کہ آپ میرے گناہ معاف فرمادیں''

---

[1] سُنن ابنِ ماجۃ کتاب الصیام رقم الحدیث ۱۷۵۳

(۳۹) جب کسی کے یہاں افطار کرے تو اہلِ خانہ کو یہ دعا دے :

اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَۃُ [1]

'' روزہ دار تمہارے یہاں افطار کیا کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے لیے دعا کریں''

شبِ قدر کی دعا :

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شبِ قدر کون سی ہے تو (اس رات) میں کیا دعا کروں ؟ فرمایا (دعا میں) یوں کہنا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ [2]

''اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے''

رمضان المبارک کے چار اہم کام :

(۱) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی کثرت کرنا (۲) استغفار میں لگے رہنا

(۳) جنت نصیب ہونے کا سوال کرنا (۴) دوزخ سے پناہ میں رہنے کی دُعا کرنا

(فضائلِ رمضان بحوالہ صحیح ابن خزیمہ)

دارُالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر

darulifta@jamiamadniajadeed.org

whatsapp : +92 321 4790560

[1] سُنن ابنِ ماجة کتاب الصیام رقم الحدیث ۱۷۴۷ [2] سُننِ ترمذی

حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحب چکڑالویؒ

﴿ مولانا محمد معاذ صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحب چکڑالویؒ کی ولادت ۲۳ر رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ/ ۸ر مئی ۱۸۵۸ء بروز ہفتہ موجودہ علاقہ پکھڑ تحصیل چکڑالہ ضلع میانوالی میں ہوئی، آپ کے زمانہ میں میانوالی تحصیل جبکہ بنوں ضلع تھا۔ آپ کے والد گرامی کا نام قاضی محمد سلیمانؒ ہے، آپ کا تعلق اعوان قوم کی شاخ تگوال سے ہے، یہ بات پیش نظر رہے کہ اعوان امام المشارق والمغارب علی بن ابی طالبؓ کی اولادِ امجاد میں سے ہیں !

قاضی محمد سلیمانؒ علاقے کے بہت بڑے زمیندار تھے، اس کے ساتھ ساتھ مغلیہ دور ہی سے یہ خاندان علاقے میں منصبِ قضاء پر بھی فائز چلا آ رہا تھا، آپ بھی چکڑالہ کے قاضی تھے۔

حضرت مولانا قاضی قمرالدین چکڑالویؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر ہی میں والد گرامی سے حاصل کی، حفظ قرآن مجید کے بعد آپ کو علاقہ انگہ ضلع خوشاب کے مدرسہ میں بھیج دیا گیا، انگہ میں آپ کی ننھیال بھی تھی، یوں آپ تعلیمی میدان میں خاندانی بزرگوں ہی کے زیرِ سایہ پروان چڑھتے رہے [1]

انگہ کے مدرسہ کی شہرت مولانا سلطان محمود انگوی رحمہ اللہ سے قائم تھی، آپ وہاں علومِ متداولہ کا درس دیا کرتے تھے [2] قاضی صاحب نے آپ سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی، جس وقت قاضی صاحب انگہ میں زیرِ تعلیم تھے اُسی زمانہ میں فخر السادات حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ بھی وہیں زیر تعلیم تھے انداز ہ ہے کہ قاضی صاحب کا انگہ میں قیام پانچ چھ سال رہا ہوگا کیونکہ پیر صاحب انگہ سے ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان تشریف لے آئے تھے جبکہ قاضی صاحب ۱۲۹۳ھ تک وہیں زیرِ تعلیم رہے !

اُس زمانہ کا عمومی دستور علوم وفنون کی تکمیل اور حدیث پڑھنے کے لیے ہندوستان رُخ کرنے کا تھا، ضابطہ کے مطابق آپ نے تکمیلِ علم کے لیے سفر کیا اور سہارنپور کو اپنی تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، آپ کا

---

[1] فیض قمرالاولیاء ص ۱۲۱ ، ۱۲۲ [2] مہر منیر ص ۶۸

یہ سفر ۱۲۹۳ھ میں ہوا۔ سہارنپور میں آپ کی تعلیم حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ اور فخر المحد ثین حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے زیر سایہ مکمل ہوئی !

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جس زمانے میں قاضی صاحب ان حضرات سے استفادہ کر رہے تھے یہ دونوں ہی مدرسہ عربیہ سہارنپور سے متعلق اور وہاں مدرسِ حدیث تھے، اسی وجہ سے تذکرہ نگاروں نے قاضی صاحب کو بھی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہی کا فاضل لکھا ہے، اس مفروضہ پر راقم نے مدرسہ مظاہر علوم رابطہ کیا کہ رُوداد میں قمر الدین بنوی نامی طالب علم کے نتائج ۱۲۹۳ھ تا ۱۲۹۶ھ تک کی رُودادوں سے بتا دیے جائیں تاکہ آپ کی پڑھی کتب اور اساتذہ متعین ہوسکیں، مظاہر علوم وقف کے ناظم مولانا محمد سعیدی مدظلہم نے رُودادوں کو ملاحظہ فرمایا، صرف ۱۲۹۶ھ کی رُوداد میں مختصر المعانی میں قمر الدین نامی ایک طالب علم کا نام ملاجن کے بارے میں درج ہے کہ درمیانِ سال میں وطن چلے گئے [1]

اب سوال یہ ہے کہ قاضی صاحب کا استفادہ ان حضرات سے کہاں رہا ؟ تو اس ضمن میں عرض ہے کہ مولانا احمد حسن کانپوریؒ اور مولانا احمد علی سہارنپوریؒ دونوں ہی مظاہر علوم کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے مکان پر بھی طلبہ کو پڑھاتے تھے، مولانا احمد حسن کانپوری کو مظاہر علوم سے رُخصت کے وقت جو اعزازی سند دی گئی تھی اس میں اس بات کا واضح اقرار درج ہے، مولانا سید محمد شاہد سہارنپوریؒ نقل فرماتے ہیں

''مولوی صاحب موصوف اوقاتِ درس مقررہ مدرسہ میں اور غیر وقت میں ہمیشہ بدل و جان وسعی وافر درس دینے میں مصروف رہے کہ مھتممان وطلبہ ان سے ہمیشہ خوش و مداح رہے، بہت مستعد و ذکی شائق تدریس و ماہر کتب متداولہ ہیں

حافظِ قرآن بھی ہیں والله علی ما نقول وکیل

العبد محمد مظہر عفی عنہ مدرس اوّل مدرسہ ہذا

العبد قاضی فضل الرحمٰن خان مہتمم مدرسہ العبد عبدالواحد خان نائب مہتمم مدرسہ [2]

---

[1] رُوداد ۱۲۹۶ھ مدرسہ عربیہ سہارنپور ص ۸ [2] علماءِ مظاہر اور اُن کی تصنیفی خدمات جلد اوّل صفحہ ۸۶

اسی طرح مولانا احمد علی سہارنپوریؒ مدرسہ کے ساتھ ساتھ مکان پر بھی طلبہ کو درس دیا کرتے تھے مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا سید پیر مہر علی شاہؒ وغیرہ کا محدث سہارنپوریؒ سے پڑھنا اس کی واضح مثالیں ہیں !

خیر تذکرہ چل رہا تھا مولانا قاضی قمرالدین چکڑالویؒ کا، قاضی صاحب کا سہارنپور میں استفادہ ان دو حضرات ہی سے رہا، موقوف علیہ تک کی کتب مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے جبکہ صحاح ستہ فخر المحدثین مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے پڑھیں، حضرت مولانا سہارنپوریؒ نے تکمیلِ حدیث پر آپ کو جو اجازت نامہ عطا فرمایا خوش قسمتی سے ہمیں وہ چکڑالہ ہی کے ایک رہائشی محترم قاضی جاوید صاحب کے ذریعہ مہیا ہوا یہ اجازت نامہ آپ کی مختصر سوانح گلدستہ ذبیح میں نقل ہے، اس کتاب کے مؤلف آپ کے پوتے محمد ظفر ذبیح صاحب ہیں، حصولِ برکت کے لیے اس اجازت نامے کو یہاں درج کیا جاتا ہے

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ و السلام علی رسولہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین اما بعد فیقول العبد الضعیف الراجی الی اللّٰہ القوی عفی عنہ ان المولوی قمر الدین بن قاضی سلیمان ساکن ضلع بنوں قد عرض علی الصحیحین للبخاری و لمسلم و الجامع للترمذی و السنن لابی داوٗد و شیئا معتدا لابن ماجۃ و شیئا یسیرا من النسائی قرائۃ و سماعۃ و قد عرضت الکتب المذکورۃ علی الشیخ الابجل و الفاضل الاکمل مولانا محمد اسحاق الدھلوی و قد اجازنی و انا اجیز للمولوی قمر الدین الموصوف ان یشتغل بالکتب المذکورۃ و یعلم المستفیدین بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث و بالمراجعۃ الی الشروح و اللغات العربیۃ عند مس الحاجۃ واللّٰہ المستعان و علیہ التکلان و آخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین حررہ فی شھر ذی القعدۃ ۱۲۹۶ ست و تسعین بعد الالف و المأتین من ھجرۃ سید الثقلین صلی اللّٰہ تعالی علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین .

(الخاتم) احمد علٰی کل حال [1]

---

[1] گلدستہ ذبیح وظیفہ قمریہ، ص ۱۳۳ از محمد ظفر ذبیح، طبع دوم ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ/ دسمبر ۲۰۱۵ء

حضرت سہارنپوریؒ کے عطا فرمودہ اس اجازت نامے سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد مکمل پڑھیں جبکہ سنن ابن ماجہ کا اکثر حصہ اور سنن نسائی کا بعض حصہ پڑھا ! یہ بات پیشِ نظر رہے کہ موطا امام مالک، موطا امام محمد اور مشکوة المصابیح آپ نے محدث سہارنپوریؒ سے نہیں پڑھیں، وجہ اس کی یہ ہے حضرت سہارنپوریؒ کے ہاں کتابیں مکمل کرنا ضروری نہیں تھا، آپ طالب علم کی استعداد کو دیکھتے تھے، جب وہ چاہتا یا خود محسوس فرماتے، تو پڑھی گئی کتابوں کی صراحت کے ساتھ اجازتِ عامہ تحریر فرما دیا کرتے تھے، مدرسہ کے تعلیمی اوقات اور زمانہ تعلیم تو متعین ہوتا تھا جبکہ مکان پر تعلیم حاصل کرنے والوں کا زمانہ تعلیم طے نہیں ہوتا تھا۔حدیث کی رہ جانے والی تین کتب آپ نے کن سے پڑھیں ؟ اس کی صراحت تو نہیں ملی، البتہ سہارنپور کے استفادہ میں آپ کے دو اساتذہ محدث کانپوریؒ و محدث سہارنپوریؒ ہی کا تذکرہ ملتا ہے، اس لیے ظنِ غالب یہی ہے کہ آپ نے فنون کے ساتھ ساتھ بقیہ کتب محدث کانپوریؒ ہی سے پڑھی ہوں گی، محدث کانپوریؒ کی جن کتابوں کی تدریس کا تذکرہ ملتا ہے اس میں مشکوة المصابیح کو خصوصی اہمیت حاصل ہے واللہ اعلم سہارنپور سے تحصیل علم کے بعد آپ طب کی تکمیل کے لیے بستی قاضیاں ضلع مظفرگڑھ تشریف لے گئے، یہاں آپ نے حکیم قاضی فقیر محمد صاحبؒ سے علم طب میں کمال حاصل کیا یہاں سے آپ ۱۲۹۸ھ میں وطن مالوف چکڑالہ تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا قاضی قمر الدین چکڑالویؒ کے مخطوطات میں ایک اجازت نامہ اربعین نووی کا بھی ملتا ہے، اربعین کی اجازت آپ کو مولانا احمد بن بہاء الحق الاسدیؒ سے حاصل تھی، اس اجازت میں آپ کے شاگرد اور خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی مولانا احمد خانؒ بھی شامل تھے، اربعین کی یہ سند بہت نادر ہے، ذیل میں اس کا کچھ حصہ درج کیا جاتا ہے :

يقول الفقير احمد بن بهاء الحق الاسدى عفى عنه انى سمعت و قرء ت احاديث اربعين النووى على والدى رحمه الله تعالى وهو سمعها و قرأها على والده شيخ الاسلام ابى الخير قادر حسن بن القاضى غلام محمد الاسدى

تغمدهم الله تعالى بغفرانه الجلى وهو قرء و سمع من شيخه الفاضل الربانى شيخ الاسلام خليل الرحمن الخوشابى عن شيخه ابى الوقت السيد الحامد الدهلوى عن شيخه الاجل المحدث الشيخ غلام حليم المعروف بالشيخ عبدالعزيز الدهلوى عن شيخه و ابيه الشيخ ولى الله الدهلوى ....

اس کے بعد مکمل سند تحریر فرمانے کے بعد ان الفاظ میں اجازت تحریر فرمائی

وقد التمس منى و ان لم اكن اهلا للاجازة قاضى قمرالدين و المولوى احمد خان ادام الله فيوضهما ان اجيزهما و حررتهما برواية اربعين النووى بالسند المذكورة و اسئل الله تعالى حسن الخاتمة

كتبه احمد عفى عنه بقلمه و قاله بفمه [1]

تدریس :

چکڑالہ تشریف آوری کے بعد آپ نے مدرسہ کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، علاقہ میں علوم وفنون کی تدریس کا تو خاطر خواہ بندوبست تھا مگر دورۂ حدیث کا انتظام نہیں تھا آپ نے علاقے کی اس کمی کو پورا کیا اور فنون کے ساتھ ساتھ دورۂ حدیث بھی پڑھانا شروع کیا ! ایک طویل عرصے تک ابتدائی کتب سے لے کر کتب حدیث تک تمام کتب آپ خود ہی پڑھایا کرتے تھے، بعد میں پیرانہ سالی کی وجہ سے صرف کتبِ حدیث کی تدریس خود فرماتے جبکہ دیگر درجات کی تعلیم آپ کے خلیفہ و جانشین مولانا قاضی کلیم اللہ چکڑالویؒ اور دیگر منتہی حضرات دیتے تھے !

طرزِ تدریس :

حضرت مولانا قاضی قمر الدین چکڑالویؒ بہترین مدرس تھے، آپ محدثِ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ مربی بھی تھے، دورانِ درس اساتذہ اور مشائخ کے سبق آموز واقعات سنا کر طلبہ کی تربیت اور ذہن سازی بھی کرتے تھے، آپ کے اندازِ تدریس کی بعض جھلکیاں آپ کے تلمیذِ رشید حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ کی مجالس میں ملتی ہیں، ذیل میں انہیں پیش کیا جاتا ہے :

---

[1] گلدستہ ذبیح وظیفہ قمریہ، ص ۱۲۸ ، ۱۳۰

(۱) غور غشتی میں مولانا نصیر الدین غور غشتوی نے بخاری شریف کے ابتدائی سبق میں ''باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تشریح کرتے ہوئے طلبہ سے فرمایا

''ہمارے اُستاذ شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین محدث چکڑالوی نے ایک عمدہ بات ارشاد فرمائی تھی، انہوں نے فرمایا کہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندوں کا جو تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندے مخلوق، اللہ تعالیٰ مالک ہے اور بندے مملوک، اللہ تعالیٰ عابد ہے اور بندے معبود، یہ تعلق بذریعہ وحی ثابت ہوا ہے اس تعلق کے ثبوت کے بعد پھر بندوں سے ایمان، علم اور اعمال وعبادات کے مطالبات ہوتے ہیں چنانچہ اسی ترتیب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سب سے پہلے وحی کا ذکر کیا ہے کہ اس سے تعلق کا ثبوت اور ظہور رہوا ہے پھر اس کے مقتضیات ایمان علم اور اعمال کا ذکر کیا'' [۱]

(۲) حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب دورانِ درس عقائد پر بھی طلبہ کی ذہن سازی کیا کرتے تھے ایک مرتبہ عقیدہ حیات النبی کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے اپنے اُستاذ امام المحد ثین مولانا احمد علی سہارنپوری کا ملفوظ ارشاد فرمایا، حضرت غور غشتوی اس ملفوظ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''ہم نے اپنے اُستاذ شیخ المشائخ حضرت مولانا قاضی قمر الدین صاحب چکڑالوی سے سنا تھا کہ ہم نے اُستاذ الکل شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری سے بخاری شریف پڑھتے وقت سنا کہ بہتر بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی بلکہ دوامی حیات آپ کو حاصل ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں حیات ہیں'' [۲]

---

[۱] مجالس غور غشتوی ص ۵۷ از مولانا محمد امیر بجلی گھر، طبع: ۲۰۱۱ء مطبع مدرسہ فاروقیہ لالہ زار کالونی، لنڈی ارباب روڈ پشاور

[۲] مجالس غور غشتوی ص ۱۶۲

(۳) حضرت محدث چکڑالویؒ گاہ بگاہ تلامذہ کو خود دار بننے کی نصیحت بھی کیا کرتے تھے، تکمیلِ بخاری کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے محدث غورغشتویؒ اپنے اُستاذ کی نصیحت یوں نقل فرماتے ہیں

''ہمارے اُستاذ حضرت مولانا قاضی قمرالدینؒ نے ارشاد فرمایا کہ علماء میں اگر استعداد اچھی ہو اور لوگوں سے وہ استغنا سے رہیں تو وہ بادشاہ ہیں ! اس لیے علماء کو کبھی چندہ کے لیے اُمرا کے دروازہ پر نہیں جانا چاہیے، مسجد میں یا جلسہ میں عام اعلان کر دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر غیر علماء کریں تو زیادہ اچھا ہے اور استعداد مطالعہ اور درس و تدریس سے بڑھتی ہے، اس کا ہمیشہ اہتمام ہونا چاہیے'' [1]

تلامذہ :

حضرت مولانا قاضی قمرالدین چکڑالویؒ نے ۱۲۹۸ھ سے تدریس شروع فرمائی جو آپ کی وفات ۱۳۲۷ھ تک اُنتیس سال لگا تار جاری رہی، اس زمانے میں بڑے بڑے کبار حضرات نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، چند نام مشتِ نمونہ اَز خروارے نقل کیے جاتے ہیں :

☆ حضرت مولانا ولی اللہ انھی شریفؒ

☆ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ ، بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

☆ حضرت مولانا فضل علی قریشیؒ بانی خانقاہ مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ

☆ حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ، مدرسہ مسجد کھجور والی غورغشتی اٹک

☆ حضرت مولانا قاضی کلیم اللہ چکڑالویؒ، جانشین خانقاہ قمریہ چکڑالہ

فتنوں کا تعاقب :

حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحبؒ علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، علاقے میں قاضی آپ ہی کے خانوادے سے مقرر کیے جاتے تھے، جس وقت آپ تعلیم سے فارغ ہو کر واپس

---

[1] مجالسِ غورغشتویؒ ص ۱۶۷

تشریف لائے تو اُس وقت آپ کے چچا زاد بھائی غلام نبی قاضی تھے، غلام نبی غیر مقلد اساتذہ سے پڑھ کر آئے تھے اس سے قبل علاقے میں فیصلے فقہ حنفی کے مطابق دیے جاتے تھے، قاضی غلام نبی نے آتے ہی سب سے پہلے عدمِ تقلید کا فتنہ کھڑا کیا جو چلتے چلتے انکارِ حدیث پر منتہی ہوا، حدیث کا انکار کرکے غلام نبی نے اپنا نام عبداللہ چکڑالوی اور اپنی تحریک کا نام ''اہلِ قرآن'' رکھا، عبداللہ چکڑالوی نے انکارِ حدیث کے نہج پر علاقے میں کام شروع کیا تو علاقے میں فتنہ کھڑا ہوگیا، اہلِ علاقہ نے فوراً اسے منصبِ قضا سے معزول کرکے قاضی قمرالدین محدث چکڑالوی کو قاضی مقرر کیا، قاضی صاحب نے نہ صرف عملی طور پر عبداللہ چکڑالوی کے خلاف کام شروع کیا بلکہ علاقے میں دورۂ حدیث بھی شروع کیا، آپ عبداللہ چکڑالوی کے تعاقب میں ہر جگہ پہنچے حتی کہ دوسرے شہروں میں بھی آپ نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے اثر کو ختم کیا، آپ ہی کی تحریک سے عبداللہ چکڑالوی کا ایک بیٹا اِرتداد سے واپس مسلمان ہوا، الغرض حضرت مولانا قاضی قمرالدین محدث چکڑالویؒ جہاں کتبِ حدیث کے ذریعے حدیث کو عام کرنے والے بنے وہیں فتنہ انکارِ حدیث کے حق میں بھی مہرِ سکوت ثابت ہوئے !

بیعت وارشاد :

حضرت مولانا قاضی قمرالدین محدث چکڑالوی علاقہ چکڑالہ ضلع میانوالی سے تعلق رکھتے تھے علاقے کے پڑوس میں موسیٰ زئی شریف واقع ہے جہاں سلسلہ نقشبندیہ کی عظیم اور اہم ترین خانقاہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ہے جو پنجاب، سرحد وافغانستان کے علاقوں میں سلسلہ نقشبندیہ کا نقطہ آغاز ہے، حضرت مولانا دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ خانقاہ مظہریہ مجددیہ سے تربیت پاکر اس علاقہ میں آباد ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج میں مصروف ہوگئے، اس وقت پاکستان اور افغانستان کے علاقوں میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض موسیٰ زئی شریف کے شیوخ ہی کا مرہونِ منت ہے !

حضرت مولانا خواجہ محمد عثمان صاحب دامانی موسیٰ زئی شریف کے دوسرے سجادہ نشین تھے حضرت قاضی قمرالدین صاحبؒ آپ ہی کے سلسلۂ ارادت میں منسلک تھے، آپ کے وصال کے بعد

آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، آپ فنا فی الشیخ تھے، مرشد کی مجلس میں جہاں خود حاضری معمول تھا وہیں اپنے تلامذہ کو بھی موسیٰ زئی شریف کے شیوخ ہی سے بیعت کرواتے، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب بانی خانقاہ سراجیہ، حضرت مولانا فضل علی صاحب قریشی بانی خانقاہ مسکین پور، حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی کو آپ خود خانقاہ موسیٰ زئی شریف لے کر گئے اور بیعت کروایا، مولانا قاضی قمرالدین صاحب، حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ کے کبار خلفا میں تھے، حضرت خواجہ سراج الدین صاحب سفر میں عموماً آپ کو ہمراہ رکھتے حتی کہ آپ کو خلافت بھی مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کی حاضری اور مراقبہ کے متصل بعد عنایت فرمائی، حضرت خواجہ صاحبؒ نے بوقتِ مجاز جو اِجازت نامہ مرحمت فرمایا اس میں آپ کا تذکرہ نہایت بلند کلمات سے کیا گیا ہے، ذیل میں اجازت نامہ درج کیا جاتا ہے :

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم هو اللّٰه الذی لآ اله الا هو نحمده و نصلی علی نبیه ونسلم علیه و علٰی آله الکرام و اصحابه العظام و بعد فیقول العبد المفتقر الی رحمة اللّٰه الملك الولی محمد سراج الدین کان اللّٰه له عوضا عن کل شیء ان الاخ العالم و الصدیق الصالح جامع علوم الشرعیة و الطریقة و الحقیقة القاضی محمد قمرالدین وفقه اللّٰه سبحانه لما یحب و یرضاه هر گاه قطع کرد منازل سلوك تا ولایت کبری و عروج کرد لطائف باصول خویش و مشرف شد بفنا و بقا.

فامرنی فی المراقبة قبلتنا و مولانا قدسنا اللّٰه تعالی بسره الاقدس بالاجازة فی الطریقة النقشبندیة المجددیة المعصومیة المظهریة فاجزت له اجازة مطلقة فی الطریقة العلیة النقشبندیة تمثیلا لامرهم الشریف ، اللّٰهم بارك فی عمره عمله و ارشاده ، اللّٰهم اجعله خالصا لوجه اللّٰه تعالی، اللّٰهم اجعله من المتقین الذین لاخوف علیهم و لا هم یحزنون . و شرط الاجازة الاستقامة

علی الشریعة و الطریقة و عدم التعلق مع اھل الدنیا و دوام الذکر و المراقبة فان الدعوة للّٰہ تعالٰی من اوثق دعائم الاسلام و الایمان و صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین . [1]

علمی فیض :

حضرت مولانا قاضی قمرالدین نقشبندی محدث چکڑالویؒ کا فیض تصوف اور حدیث دونوں ہی طرح عام ہوا، علمی طور پر آپ کا فیض شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ کے ذریعہ عام ہوا، حضرت محدث غورغشتویؒ نے اپنی تمام زندگی حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزاری، آپ سے فیض یافتہ علماء دنیا بھر میں پھیل گئے، راقم کا سلسلہ سند قاضی قمرالدین محدث چکڑالویؒ سے دو طرح منسلک ہوتا ہے :

اوّل : مشکوة المصابیح جلد اوّل : راقم نے حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا ولید الرشیدی صاحب مدظلہم سے مشکوة جلد اوّل پڑھی، ان دونوں حضرات نے مشکوة جلد اوّل پڑھی فخر اہلِ سنت مولانا قاری عبدالرشیدؒ سے، انہوں نے حضرت مولانا سید غازی شاہ صاحب ہزاروی سے، انہوں نے حضرت مولانا محمد چراغ صاحب عرف الشذی (گجرانوالہ) سے، انہوں نے حضرت مولانا ولی اللہ انھی شریف سے، انہوں نے حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحب چکڑالویؒ سے ! !

دوم : راقم کو شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ کے تین چار تلامذہ سے اجازتِ حدیث حاصل ہے ! ان میں حضرت مولانا مرتضی حسن حمیدیؒ کو شمائل ترمذی کی ابتدائی احادیث سنائی تھیں، حضرت محدث غورغشتویؒ تلمیذِ رشید ہیں مولانا قاضی قمرالدین محدث چکڑالویؒ کے !

وفات :

حضرت مولانا قاضی قمرالدین صاحب چکڑالویؒ فنا فی الشیخ تھے، آپ کے شیخ حضرت خواجہ سراج الدینؒ گرمی کے موسم میں وادئ سون قیام فرماتے تھے، اس وقت آپ بھی طلبہ کو لے کر مرشد کی

---

[1] گلدستہ ذبیح وظیفہ قمریہ ص ۱۳۱

خدمت میں حاضر ہوتے اور دل و جان سے ان کی خدمت کرتے، آخری مرتبہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صحت خراب تھی، آپ کا ارادہ رمضان حضرت شیخ کی خدمت ہی میں گزارنے کا تھا مگر گرتی ہوئی صحت کی وجہ سے آپ چکڑالہ واپس تشریف لے آئے، یہاں علاج چلتا رہا مگر طبیعت سنبھلنے کے بجائے بگڑتی ہی گئی، حضرت خواجہ صاحبؒ اس دوران مسلسل آپ کی طرف متوجہ رہے، مریدین کی صبح شام خبر لانے پر ڈیوٹی تھی، وفات والی رات آپ خود وادیٔ سون سے نکلے، جس وقت چکڑالہ پہنچے تو اجتماعِ ضدین تھا یعنی سحر کا اُجالا ہو رہا تھا مگر ساتھ ہی علم و تصوف کا جامع کمالات آفتاب غروب ہو رہا تھا ! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قاضی صاحبؒ مرشد کریم ہی کے منتظر تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ تشریف لائے، قاضی صاحب کا سر گود میں رکھا، فرطِ محبت سے آنسو نکل کر قاضی صاحب کی پیشانی پر ٹپکا، قاضی صاحب نے اس آنسو سے لو پکڑی اور کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے جانِ جاں آفریں کے سپرد کردی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ صبح کے وقت حضرت خواجہ سراج الدین نقشبندی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ موسیٰ زئی شریف نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، چکڑالہ ہی میں آپ کی تدفین ہوئی، آپ کی لوحِ مزار پر یہ تاریخ وفات کندہ ہے : ۱۲ر شوال ۱۳۲۷ھ/ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز پیر

✡ ✡ ✡

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے ان کے واجبات موصول نہیں ہوئے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

امیر جمعیة علماء اسلام پنجاب کی جماعتی مصروفیات

﴿ مولانا عکاشہ میاں صاحب، نائب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

۱۲ر فروری بروز پیر امیر جمعیة علماء اسلام پنجاب حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہم جمعیة علماء اسلام کی مرکزی مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے اسلام آباد تشریف لے گئے، رات کا قیام وطعام جامعہ کے فاضل مولانا عبدالباسط صاحب کی رہائشگاہ پر ہوا۔

اگلے روز ۱۳ر فروری کو جامعہ کے فضلاء مولانا ابوبکر صاحب، مولانا فیاض صاحب اور مولانا عمر صاحب نے حضرت صاحب سے ملاقات کی، دوپہر ڈھائی بجے عاملہ کے اجلاس میں شرکت کے لیے جامعہ مسجد فاروقِ اعظمؓ اسلام آباد تشریف لے گئے ،مغرب کے قریب اجلاس کی طوالت کی وجہ سے حضرت صاحب نے اجازت طلب کی ، رات کا کھانا ڈیرہ اسماعیل خان کے حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کے داماد عبدالحمید صاحب کے اصرار پر ان کی رہائشگاہ پر تناول فرمایا بعدازاں لاہور کے لیے روانگی ہوئی رات کے ایک بجے بخیر وعافیت جامعہ مدنیہ جدید تشریف لے آئے والحمدللہ !

۱۷ر فروری بروز ہفتہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم جامعہ کے فاضل مولانا انیس شاہ صاحب کی دعوت پر دس روزہ ختم نبوت کورس کے شرکاء سے خطاب کے لیے آس اکیڈیمی اڈا پلاٹ تشریف لے گئے جہاں آپ نے قرآنی تعلیمات کے موضوع پر بیان فرمایا۔

خوشخبری
خوشخبری
زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب
شیخ الحدیث
مہتمم جامعہ مدنیہ جدید
دامت برکاتہم
علماء و طلبہ کرام کے لئے
محدود نشستیں
ترجیحی بنیادوں پر داخلہ
کمپیوٹر کورس
داخلہ: ۱۵؍شوال المکرّم ۱۴۴۵ھ
اس کورس میں شرکت کرنے والوں کو ایسی اضافی صلاحیتیں حاصل ہونگی جو کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والے علماء کے لئے انتہائی ضروری ہوتی ہیں اور بہت سے علمی و معاشی فوائد بھی حاصل ہونگے
شرائط اہلیت
کم از کم میٹرک کا سند یافتہ ہو
اصل قومی شناختی کارڈ مع فوٹو کاپی
اصل اسناد یا مصدقہ نقول
2 عدد تازہ تصاویر
ترجیحات
وفاق المدارس یا کسی بھی مستند ادارے سے دورہ حدیث کا سند یافتہ ہو
اپنا ذاتی لیپ ٹاپ ہمراہ ہو، اس سے پہلے کمپیوٹر چلانے کا کچھ تجربہ بھی ہو
نصاب
بنیادی کمپیوٹر، اردو عربی انگلش ٹائپنگ
ایم ایس ورڈ، ایکسل، ان پیج اردو، مکتبہ شاملہ
مکتبہ جبریل، میراث و زکوۃ سوفٹ ویئر
تخریج اوقات نماز، تعین سمت قبلہ وغیرہ
زیرِ نگرانی
مولانا ذیشان اکرم صاحب
فاضل جامعہ مدنیہ جدید
تمام شرکاء کو متعلقہ کتابیں بطور ہدیہ دی جائیں گی
اور جائزہ میں کامیاب طلبہ کو اسناد دی جائیں گی۔
سہولیات
قیام و طعام، کمپیوٹر لیب، پروجیکٹر، ابتدائی طبی معائنہ
موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں
انتظامیہ
جامعہ مدنیہ جدید
محمد آباد 19 کم شارع رائیونڈ لاہور
مزید معلومات
0321.4884074
0335.5640494

وفیات

☆ ۵؍جنوری کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا محمد علی صاحب کے والد گرامی بوجہ عارضہ قلب مختصر علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

☆ یکم فروری کو جناب شاہد اسرار صاحب کی والدہ صاحبہ لاہور میں انتقال فرما گئیں۔

☆ ۱۰؍فروری کو جناب حافظ محمد سلیمان صاحب اور فاضل جامعہ مولانا خدا بخش صاحب کی والدہ صاحبہ صادق آباد میں انتقال فرما گئیں۔

☆ ۱۵؍فروری کو فاضل جامعہ مدنیہ مولانا محمد معاذ صاحب کی نانی صاحبہ اچانک بوجہ عارضۂ قلب لاہور میں انتقال فرما گئیں۔

☆ ۲۱؍فروری کو جامعہ مدنیہ جدید کے شعبہ حفظ و ناظرہ کی معلّمہ کی خوشدامن صاحبہ مختصر علالت کے بعد چکوال میں انتقال فرما گئیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور میں اشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر

اور دینی ادارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	3000		اندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اندرون رسالہ نصف صفحہ	500

زیر سرپرستی
مفتی محمود الحسن مسعودی صاحب
مفتی محمد حسن صاحب
NAAFAY
Developing Shariah Solutions
ایک سالہ شرعی مُشیر تربیتی پروگرام
Shariah Advisor Development Program
ملکی و بین الاقوامی سطح پر تجارت و معاملات کے میدان میں احیاء دین کیلیے مفتیان کرام کو تیار کرنا
خصوصیات
کمپنی پروجیکٹس اور انٹرویوز میں شرکت
شریعہ ڈیپارٹمنٹ انٹرنشپ
کاروباری معاملات کا فقہی تجزیہ و تمرین
ماہرین کے فقہی دروس اور فنی لیکچرز
رہائش، طعام اور ماہانہ وظیفہ (10 تا 15 ہزار)
نافع کی کارکردگی
2008 تا 2024
175 اداروں کا شرعی جائزہ
12 شریعہ ڈیپارٹمنٹس کا قیام
4000 سے زائد معاملات پر فتاویٰ
55 مفتیان کرام کی ٹریننگ و تشکیل
○ کاروباری اداروں کے شریعہ ڈیپارٹمنٹس ○ رفاہی اداروں کے شعبہ زکوٰۃ
○ دارالافتاء کے شعبہ معاملات ○ نافع جیسے دیگر ادارے
اہلیت
مستند دارالافتاء سے تخصص
انگریزی زبان سے مناسبت
طریقہ انتخاب
1 درخواست
امتحان
فقہ انگریزی
3 انٹرویو
پروگرام
دورانیہ کل وقتی (یومیہ 12 گھنٹے)
مقام گلبرگ، لاہور
درخواست فارم: رابطہ نمبر 0322-4456244 آخری تاریخ 5 شوال 1445
+92 322 4456244 naafay.ceraat@gmail.com naafay.org Naafay.ShariahConsultants
CERAAT

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانئ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

+92 - 333 - 4249302 +92 - 333 - 4249301

+92 - 335 - 4249302 +92 - 345 - 4036960

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

+92 333 4249302
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org